تتمۂ نور افشاں

ترمیم شدہ اُردو نئے عہدنامے کے بیان میں

اس مضمون سے دو غرض مقصود ہیں۔ پہلے یہہ کہ جو کام اُردو نئے عہدنامے کی ترمیم کرنے والی کمیٹی کی طرف سے ہوا ہے۔ اُس کے اصول اور کارروائی اور نتیجوں کی یادداشت ہو۔ دوسرے یہہ کہ ترمیم مذکورہ کی چند خاصیتوں کی بحث اور توضیح کی جائے۔ تاکہ اسکی جو نقطہ چینی ہونے والی ہے۔ وہ زیادہ قدردانی کے ساتھ کی جائے۔ اس غرض سے میرا ارادہ ہے کہ بائبل کے پہلے اردو ترجموں کا مختصر ذکر کر کے اِس آخری ترمیم کی کارگذاری اور اصول اور نتیجوں کا کچھ بیان کروں۔

ایچ یو وائیٹ برکٹ

۱۔ بائبل کے اُردو ترجمونکی کیفیت *

بائبل کا اردو میں ترجمہ ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے پہل ڈنمارک کے ایک مشنری صاحب شلٹزے نامی نے جنوبی ہند کے اُردو بولنے والے محمدیوں کے واسطے ضرورت دیکھکر سنہ ۱۷۳۰ء میں نئے عہدنامے کو اُردو میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ اور سنہ ۱۷۴۱ء میں اُسے اختتام کو پہنچایا۔ اُنہوں نے کچھ حصہ کتاب پیدایش کا۔ اور زبور۔ اور دانیل اور اپاکروفہ + کے چند جزو نکا بھی ترجمہ کیا۔ یہہ سب ملک جرمنی کی یونیورسٹی ہالے کی طرف سے شایع ہوئی۔ اور وقتاً فوقتاً ان کے بلندے ہند میں آتے رہے۔

لیکن نہ تو شلٹزے صاحب کے ترجمے۔ اور نہ وہ اُردو انجیلیں جو سنہ ۱۸۰۴ء میں کلکتہ میں شایع ہوئیں کبھی میرے ہاتھ لگیں۔ اِن اُردو انجیلوں کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ "اہل زبان نے اِنھیں ترجمہ کیا" اور کسی مسٹر ولیم ہنٹر نے انھیں اصل یونانی کے ساتھ مقابلہ کر کے تصحیح کیا تھا۔ یہہ کہا جاتا ہے۔ اور قابل اعتبار بھی ہے کہ پہلے والا ترجمہ نہایت ناقص تھا۔ کیونکہ جو غیر ملک کا شخص کتاب کا ترجمہ کرتے وقت اور بہت سے کاموں میں مصروف ہو۔ اور اُس زبان کے اصل علاقہ سے دور رہتا ہو اُس کا کامیاب ہونا بہت دشوار ہے۔ سری رامپور کے پادریوں کے متانی ترجمے اور دیگر اُسی قسم کے ترجمے کی کیفیت سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے اور نیک کاموں میں ویسے ہی بائبل کے ترجمہ کرنے میں بھی۔ سرگرمی کے ساتھ دور اندیشی شامل ہونی چاہئے۔ اور کام کی کیفیت اُس کی کثرت پر فوقیت رکھتی ہے۔ میں یہہ نہیں بتا سکتا۔ کہ مسٹر ہنٹر کی اُردو انجیلیں کیسی تھیں اور نہ یہہ کہ ہنری مارٹن صاحب نے اُنہیں استعمال کیا یا نہیں۔ بہرحال مارٹن صاحب ہی نے نئے عہدنامے کا پہلا مؤثر اُردو ترجمہ کیا۔ اور آخری ترمیم کے بعد بھی وہ کتاب اُن کی محنت و کارگذاری ہے۔

* اس فصل میں جو باتیں پیش ہوئی ہیں وہ زیادہ تر ایک کتاب کمی دی بائبل آف ایوری لینڈ (بگسٹرس سنہ ۱۸۶۰ء) سے لیگئی ہیں۔ اس کے علاوہ کینن ایڈمونڈز صاحب کے دلچسپ مضمون سے جو انہوں نے پادری ہنری مارٹن صاحب اور اُن کے ترجمے کی نسبت جنوری سنہ ۱۸۹۱ء کے چرچ مشنری انٹیلیجنسر میں شایع کرایا تھا اور نیز ہنری مارٹن صاحب کی سوانح عمری کی اُن کتابوں سے جو سرجنٹ اور سمتھ صاحبان نے شایع کرائی تھیں مجھے نہایت مدد ملی +

+ اپاکروفہ سے وہ صحیفے مراد ہیں۔ جو بعض مسیحیوں کے ہاں پرانے عہدنامے کا ایک جز تصور کئے جاتے ہیں۔ مگر درحقیقت اس کا صرف ایک ضمیمہ ہیں۔ چنانچہ وہ صرف یونانی زبان میں موجود ہیں اور یہودیوں کے اصل عبرانی صحیفوں سے خارج ہیں +

شہادت دیتی ہے۔ ۱۸۴۲ء کے ترمیم کرنے والوں نے اُس کو زیادہ تبدیل کیا تھا۔ لیکن اس ترمیم شدہ کتاب کے شائع کرنے سے پیشتر "مناسب معلوم ہوا کہ اکثر ہنری مارٹن صاحب کے ترجمے کی پھر تقلید کی جائے" *

اُردو نیا عہد نامہ نہ صرف ہنری مارٹن صاحب کی جان نثاری اور دینداری اور محنت و جفاکشی اور علمی لیاقت پر دلالت کرتا ہے بلکہ اُس سے اُن کی دوراندیشی اور دانائی بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ہم اسبابات سے خوب واقف ہیں کہ مشنری خدمات کی حیثیت سے اُن کی خاص غرض یہہ تھی کہ ہندوستان کے محمدیوں کو مسیحی دین کی طرف رجوع کرے۔ پس چونکہ یہہ لوگ اصول دین کے لحاظ سے نئے عہد نامے کو آسمانی کتاب مانتے ہیں اور مسیحی حکومت کے ماتحت اُس کے پڑھنے میں اُن کو کسی طرح کی رکاوٹ نہیں اس لئے اُن کی خاص زبان میں اس کے ترجمہ کرنے سے ہنری مارٹن صاحب نے اُن کو انجیلی تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کے لئے سب سے کارآمد وسیلہ بنا لیا یہہ ٹھیک ٹھیک معلوم ہونا مشکل ہے کہ ۱۸۱۴ء سے لیکر اردو نئے عہد نامے اور اُس کے الگ الگ صحیفوں کی کتنی جلدیں اب تک شایع ہوئیں۔ تاہم اگر ہم اُن کو کئی لاکھ تک اندازہ کریں تو خلاف نہ ہوگا *

ناظرین کو یاد دلاتا ہوں کہ اگرچہ پادری ہنری مارٹن صاحب ہندوستان کے مشنریوں میں نہایت نامور ہیں تاہم وہ خاص مشنری کی حیثیت سے اس ملک میں نہیں آئے۔ البتہ اُنہوں نے چرچ مشنری سوسایٹی کے ہاں (جو اُس وقت نوایجاد تھی) مشنری ہونے کی درخواست تو کی۔ مگر اُس زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے بنگال احاطے میں مشنریوں کے آنے کی ممانعت تھی * اس لئے صاحب موصوف چیپلین کے عہدے کو قبول کر کے بنگال کو آئے لیکن انگریزی جماعت کی خدمت بڑی جانفشانی کے ساتھ ادا کرنے کے سوا وہ برابر انجیل کی اشاعت میں لگے رہے *

اُن کی سوانح عمری میں اُن کے ترجمہ کرنے کے اصول اور طریقے کا مفصل ذکر نہیں پایا جاتا۔ لیکن اُس کام کی ترقی کا بیان صاف صاف کیا گیا ہے۔ ۱۸۰۵ء میں انگلستان سے چلنے سے پیشتر اُنہوں نے گلکرسٹ صاحب سے (جو اُس زمانے کے اردو دانوں میں سب سے اول تھے) دو مہینے تک اردو زبان پڑھی۔ جہاز کے طول طویل سفر میں بھی وہ اس زبان کو پڑھتے رہے۔ اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ "میں ہندوستانی الفاظ یاد کر رہا تھا۔ گو یہہ بالذاتہ محض بے لطف کام ہے۔ تاہم خدا کی حکمت سے مجھے ایسا پسندیدہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا"۔ ۱۸۰۶ء کے ماہ مئی میں وہ ہند میں وارد ہوئے ہر اُسی سال کے ۲۰ اکتوبر کا ذکر ہے کہ "میں اعمال کی کتاب کے پہلے باب کا ہندوستانی ترجمہ کرنے میں تمام دن مشغول رہا۔ میں نے اُسے کسی قدر احتیاط سے کیا اور سب کو فارسی حروف میں لکھا۔ تاہم مجھے حیرت ہے کہ میں نے ایسا تھوڑا سا تیار کیا"۔ دوسرے دن منشی کے ساتھ تصحیح کر کے وہ لکھتے ہیں "اس بات کو دیکھ کر کہ میں ابھی تک لکھنے میں اس قدر غلطیاں کرتا ہوں۔ مجھے ناامیدی سی معلوم ہونے لگی"۔ حالانکہ اُن کو اس ملک میں رہتے پانچ ہی مہینے ہوئے تھے۔ ۲۹ اکتوبر کا ذکر ہے کہ راج محل کے چند ملاح اُن کی اُردو گفتگو نہ سمجھ سکے۔ اُن کی بولی تو بنگالی ملی ہوئی مشرقی ہندی ہوگی۔ مگر مارٹن صاحب لکھتے ہیں کہ "میں اپنی اس عجیب قلیل ترقی پر رنجیدہ۔ مایوس۔ اور نادم ہوا"۔ داناپور میں ترجمہ کرتے ہوئے نومبر مہینے میں فرماتے ہیں۔ کہ "میرے دل پر اس بات کی بڑی تاثیر ہوئی۔ کہ جب اتنی قومیں گویا میرے کام کے ختم ہونے کی منتظر ہیں۔ تو یہہ کیسا بڑا اہم ٹھہرا۔ اور اُس کے انجام دینے میں ایک منٹ کا بھی ضایع ہونا کیسی بے رحمی اور بدنیتی کی بات ہوتی۔ اِسی بات کی آرزو رہتی ہے کہ کب صبح ہو اور میں اپنا کام شروع کروں"۔

جون ۱۸۱۰ء میں ہنری مارٹن صاحب نے پادری ڈیوڈ برون صاحب کی درخواست منظور کی کہ کلکتہ بائبل سوسایٹی کی طرف سے علاوہ فارسی ترجمہ کی نگرانی کے وہ زیادہ تر

ہندوستانی بائبل کے ترجمہ میں مشغول رہیں۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد وہ لکھتے ہیں۔ "میں ترجمہ کرنے میں ایسا خوش رہتا ہوں کہ دن گھڑیوں کی طرح گذر جاتے ہیں۔ مجھ پر خداوندکی یہی مہربانی ہے کہ اُس نے اپنے کلام کے ترجمہ کرنے میں مجھے شریک ہونے دیا۔ جب سے مجھے مجبوراً ایک ایک محاورے کو بغور پڑھنا اور دیکھنا پڑا۔ تو مجھے ایسے عجائبات اور ایسی دانائی اور محبت اس مبارک کتاب میں نظر آئی کہ جس کا پیشتر کبھی سان گمان بھی نہ تھا اور اس خیال سے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ موت ہم کو اُس کتاب کے رازوں پر غور کرنے کی فرحت سے محروم نہ رکھ سکیگی"٭

اِس کے بعد ہنری مارٹن صاحب کا خاص اُردو مددگار مرزا فطرت اُن کا شریک ہو گیا۔ مارچ ۱۸۰۸ء میں نئے عہد نامے کا ترجمہ ختم ہوا۔ اپریل میں اُنھوں نے ابتدا کے چند صفحے پادری ڈیوڈ برون صاحب کے پاس کلکتہ روانہ کئے۔ تاکہ وہیں کے علما اُن کی پڑتال کریں۔ اس کے کچھ بعد وہ لکھتے ہیں کہ "میں نے اپنے نئے عہد نامے کے قلمی نسخوں کو اتنی مرتبہ پڑھا اور صحیح کیا ہے کہ میری آنکھیں دکھنے لگی ہیں" اکثر ۱۰۵ درجہ کی گرمی ہوتی تھی جس سے وہ سخت پریشان رہتے تھے۔ اور تپش تو برداشت سے باہر ہوتی تھیں۔ ۲ جون کو اُنھوں نے پادری ڈیوڈ برون صاحب کو لکھا۔ کہ "آپ جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ برٹش اور فارن بائبل سوسائیٹی کے خرچ سے ترجمہ چھپکے تیار ہو گیا ہے اُسکو میں نہایت پسند کرتا ہوں میں کمال خواہش مند ہوں۔ کہ ایسی پاک و دیندار سوسائٹی عزت پائے" ۲ جولائی کا بیان ہے "ہندوستانی ترجمہ کا تو کوئی اندیشہ نہیں۔ کچھ یونہی سی تصحیح کی ضرورت ہے اور اگر میں مر بھی جاؤں تو بھی دوسرا شخص بآسانی اُسے تیار کر سکیگا" ۱۸۰۸ء کے باقی مہینوں اور ۱۸۰۹ء میں ہنری مارٹن صاحب اردو قلمی نسخوں کی نظر ثانی اور فارسی ترجمہ٭ کی نگرانی کرنے میں برابر لگے رہے۔ ستمبر ۱۸۰۹ء میں ہنری مارٹن صاحب مرزا فطرت کے ساتھ اردو انجیلوں کو پھر صحیح کرنے لگے تھے۔ اگست ۱۸۱۰ء میں اردو اور فارسی دونوں ترجمے تیار ہو کر کلکتہ کے عالموں کے پاس بھیجدیئے گئے۔ فارسی ترجمہ اس بنا پر نامنظور کیا گیا کہ اُس میں بہت سے عربی الفاظ بھرے تھے۔ کیونکہ مارٹن صاحب کو اُس زبان کا ازحد شوق و رغبت تھی۔ لیکن اردو ترجمے کی نسبت "نہایت باریک بینی اور سخت جانچ اور نظر ثانی کے بعد" یہہ رائے قرار پائی کہ وہ "بامحاورہ اور سلیس ہے" پس ۱۸۱۱ء میں مارٹن صاحب ہند سے ایران کو روانہ ہوئے تاکہ وہاں اپنا فارسی ترجمہ مکمل کریں اور اُس کو ختم کرکے ۱۸۱۲ء میں اُسی ملک میں جان بحق تسلیم ہوگئے٭

اس اثنا میں اردو ترجمہ سری رامپور کے بپٹسٹ مشن پریس میں چھپ رہا تھا۔ کہ ۱۱ مارچ ۱۸۱۲ء کو وہاں بڑی آتش زدگی ہوئی۔ اور سوائے مقدس متی کی انجیل کے پہلے تیرہ ابواب کے تمام اجزا جل گئے اور تمام سیسے کے حروف گل گئے۔ مگر خوش قسمتی سے چند جلدیں بچ گئیں۔ اور یوں اردو نیا عہد نامہ دوبارہ سری رامپور کے چھاپے خانے میں "پہلے سے عمدہ ٹائپ٭٭ میں" چھپنے کو دیا گیا۔ مترجم کی وفات کے دو برس بعد ۱۸۱۴ء میں طبع اول کی دو ہزار جلدیں شایع ہوئیں٭

معلوم ہوتا ہے کہ ہنری مارٹن صاحب نے ۱۸۰۵ء میں اُردو پڑھنا شروع کیا وہ مئی ۱۸۰۶ء ملک ہند میں وارد ہوئے۔ اور تھوڑے ہی دنوں بعد نئے عہد نامے کا ترجمہ شروع کر دیا۔ یہہ کام ۱۸۱۰ء کی گرمیوں تک یعنے اُن کے اس ملک میں پہنچنے کے چار برس بعد اور زبان سیکھنی شروع کرنے سے پانچ برس بعد ختم ہوا۔ بائبل کے ترجموں کی کل تواریخ میں یہہ عجیب و نادر کام ہے۔

٭ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ فارسی ترجمہ پہلے اُن کے مددگاروں نے اُردو سے کیا۔ اور بعد میں خود ہنری مارٹن صاحب نے اس کی جانچ پڑتال کی٭

٭٭ یہہ اسبات کی نظیر ہے کہ ملک ہند کے چھاپے خانوں کی ابھی کیسی ترقی ہوئی ہے۔ جو نسخے اُس "عمدہ ٹائپ" میں چھپے۔ اگر ہمارا اپنے ٹائپ کی کتابیں چھپتیں تو ان سے پڑھنے والوں کی نظر کا ستیاناس۔ اور چھاپے خانے کی پوری بدنامی ہوتی٭

خیال کرنا چاہیے کہ یہ ایسا ترجمہ نہ تھا جو کسی دیسی نے اپنی مادری زبان میں کیا ہو۔ اور نہ ایسے شخص نے کیا تھا جو خاص اسی کام کے لئے مقرر تھا۔ بلکہ اس کا کرنے والا ایک غیر ولایت کا باشندہ تھا۔ جو اس ملک کی آب وہوا کی بہ مشکل برداشت کر سکتا تھا اور اُس کے محاورات اور سیاق عبارت کی درستی اوروں کی امداد پر موقوف تھی اور نیز وہ ایک دینی جماعت کی روحانی نگہبانی کا ذمہ دار ہو کر اس کام کو بھی بڑی وفاداری سے انجام دیتا رہا۔

اس ترجمہ کی عمدگی اور خوبی بیشک مرزا فطرت کی تحسین کا باعث ہے۔ لیکن گو مارٹن صاحب نے دوسرے شخص کی مدد سے عبارت کو شستگی اور سنجیدگی دی ہو تاہم ترجمہ کا رنگ ڈھنگ خود انہیں کو معین کرنا پڑتا تھا۔ اس کام کی انہیں عجیب لیاقت تھی۔ یعنی اعلے درجہ کی زباندانی کا مادہ قوت استدلال کے ساتھ متخیلہ بھی وہ تعظیم عظیم جو دلی جوش و تحریک سے منسبت تھی جن جن لوگوں کے پاس وہ پیغام پہنچاتا تھا اُن کے ساتھ دلی محبت اور ہمدردی اور اپنے خداوند کے احسانوں کے باعث اپنے تئیں اُس کی خدمت پر نثار کرنے کا مجبور سمجھنا۔ کیپٹن ایڈمانڈز صاحب نے بڑی عمدگی سے فرمایا ہے کہ "اُس نے اپنے جملوں میں اپنی روح ڈالدی اور جو اُس کی روح میں بسا ہوا تھا وہ اُس کے جملوں میں بھی بس گیا"۔

ہنری مارٹن صاحب کے ترجمہ کی جو بعد میں ترمیمیں ہوئیں میں اُن کا نہایت مختصر بیان کر کے آگے چلونگا لیکن اس سے پیشتر اس امر دلچسپ کا ذکر کرنا مناسب ہے کہ اس ترجمے کی نیک نامی کے جلد پھیلنے کی وجہ سے اور اس لئے بھی کہ آگرہ اور اور مقاموں کے دیسی مکتبوں میں اُس کا استعمال فائدہ مند ثابت ہوا۔ اُس کی دیوا ناگری میں بھی چھپنے کی درخواستیں ہونے لگیں برٹش اور فارین بائبل سوسائٹی کی اُس کمیٹی نے جو کلکتہ میں تھی اس درخواست کو منظور کیا اور سنہ ۱۸۱۷ء میں دو ہزار جلدیں ناگری میں شایع کیں۔ اس اُردو نئے عہد نامے کی دیوا ناگری حروف میں پھر طبع ثانی نہیں ہوئی۔ بلکہ بالعوض اس کے بعد کے صاحب کی طرف سے نئے عہد نامہ کا ہندی ترجمہ نکلا اور یہ ہنری مارٹن صاحب کے اردو ترجمے کے فارسی اور عربی الفاظ کو ہندی لفظوں میں مبتدل کر کے بنایا گیا تھا۔ اور یوں اُن کا ترجمہ ہندی کے دو بڑے ترجموں میں سے ایک کا ماخذ ٹھہرا۔

بیان کی صفائی کے لحاظ سے میں خاص خاص طبعوں اور تالیفوں کا ذکر کرونگا اور اُن کے سن بھی بتاؤنگا۔

سنہ ۱۸۳۹ء میں ایک اڈیشن نکلا جس کی یکے بعد دیگرے کلکتہ بشپس کالج کے پرنسپل پادری مل پادری جے تھامسن پادری پین اور پادری ٹی گوسٹہ صاحبان نے ترمیم کی تھی۔

سنہ ۱۸۴۲ء میں اردو نئے عہدنامے کا ایک نیا ترجمہ شایع ہوا جسے بنارس کی ایک کمیٹی نے تیار کیا تھا۔ اُن کے کام کی بنیاد پادری ہیبرلن صاحب کا ترجمہ تھا (جو اُس وقت برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائٹی کی کلکتہ والی کمیٹی کے سکرٹری تھے) یہ ترجمہ سنہ ۱۸۴۴ء میں تیار ہو کر چھپ بھی گیا مگر اس میں چھاپے کی ایسی بھاری غلطیاں ہو گئی تھیں کہ جن کے باعث کل ۵۰۰۰ کی پانچ ہزار جلدوں کو تلف کرنا پڑا۔ بنارس کے ترجمہ کی کمیٹی میں اصحاب ذیل شریک تھے:۔ پادریان سمتھ اور لیوپولٹ (سی ایم۔ ایس) اسمتھ بارس۔ کنیڈی۔ شرمن۔ گلاسن اور دن برگ (ایل ایم ایس) پچھلے دو صاحبان تو مرزاپور کے پادری تھے۔ باقی اور سب بنارس کے۔ مرزاپور کے دو ہندوستانی مسیحی بھی اُن کے مددگار تھے۔ ایک ہری بابو جو پہلے برہمن تھے۔ اور دوسرے جان مسیح جو شاعر تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کام کے پچھلے حصہ میں (سی۔ ایم۔ ایس) آگرہ مشن کے پادریان فنڈر اور سکینڈر صاحبان سے بھی ان کو مدد ملی۔ کہتے ہیں کہ اس کام میں پانچ برس لگے۔ ڈاکٹر ہیبرلن کے ترجمہ کی نقلیں (جو غالباً جیوں جیوں ترجمہ ہوتا گیا جز جز کے ان کی طرف سے بھیجے گئے) سب شرکا کو تقسیم ہوتی تھیں اور یہ ان کو درست کر کے اپنی اپنی رائیں لکھ دیتے تھے پر آخری پروف متھر اور سمتھ صاحبان کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ اور اُن کی طرف سے چھاپنے کا

حکم ملتا تھا۔ سب مشتبہہ باتیں پھر شرکا کے سامنے پیش ہوتی تھیں۔ اور بعد اس کے متھر اور سمتھ صاحبان کے فیصلے پر چھوڑ دی جاتیں تھیں "۔

۱۸۴۳ء میں اول مرتبہ پرانا عہدنامہ مکمل ہوکر اُردو میں شایع ہوا۔ یہہ تھامسن۔ سچورمن۔ کینیڈی۔ ولسن اور ہاکنس صاحبان نے اکثر ہنری مارٹن صاحب کے مسودہ کی بنا پر تیار کیا تھا۔ اِس پرانے عہدنامے کے ساتھ میل موافقت کی غرض سے سچورمن اور ہاکنس صاحبان نے نئے عہدنامے کے بنارس والے ترجمے کی پھر نظرثانی کی اور کتاب مذکورہ بالا میں لکھا ہے کہ "دورِ نظرثانی کرتے ہوئے سچورمن صاحب کو واجب معلوم ہوا کہ زیادہ تر ہنری مارٹن صاحب کے ترجمہ کی طرف رجوع کریں"۔ اس نظرثانی کا نتیجہ وہ ترجمہ نکلا جو بنارس کے ترجمے کے نام سے اس لئے مشہور ہے کہ اُس مرزاپوری ترجمہ سے اُس کی تمیز ہو جس کا بیان ذیل میں کیا جائیگا +

۱۸۴۷ء میں کلکتہ کے بپتسٹ مشن نے اپنا ایک الگ ترجمہ شایع کیا اور اس کا خاص مترجم پادری ڈاکٹر ییٹس صاحب تھے۔ سوا اپنے فریق کی چند اصطلاحوں کے یہہ ترجمہ ہنری مارٹن صاحب کے ترجمے سے بہت فرق نہیں رکھتا۔ وہ اردو والے علاقے کے بپتسٹ مشنوں میں مستعمل تو رہا مگر حال میں مرزاپوری ترجمے نے عموماً اُس کی جگہہ لے لی ہے +

۱۸۶۰ء میں نئے عہدنامے کا ترجمہ میرٹھ سی۔ ایم ایس کے پادری ہورنلے صاحب کی طرف سے ترمیم ہوکر لنڈن میں چھپ گیا۔ یہہ ترمیم احتیاط سے تو کی گئی۔

نوٹ :- یہہ سب کیفیت مجھے پادری جے سی۔ ہیوے ڈن برگ کے ذریعے سے ۱۸۹۶ء میں معلوم ہوئی۔ بنارس والے ترجمے کی کمیٹی کے شرکا میں سے یہی باقی تھے اور اُسوقت کو مری پر کام سے الگ ہوکر رہتے تھے۔ ایسے بڑھاپے میں بھی ڈن برگ صاحب نے ہماری پچھلی ترمیم کے اکثر مسودہ دیکھے تھے اور اُنپر اپنی رائے دی۔ اِس طرح ۱۸۹۹ء کی کمیٹی پہنچی قبل ۱۸۴۳ء کی کمیٹی سے سلسلط گیا ہے +

مگر اُس میں لفظی تقلید اور عالمانہ عبارت کسی قدر زیادہ ہے۔ اس میں انگریزی آتھورائزڈ ورشن کی خاص خاص متنی غلطیوں کی تصحیح بھی کی گئی تھی۔ اس کی اشاعت بہت نہیں ہوئی اور نہ اُس کی طبع ثانی کی ضرورت پڑی لیکن طلبار کو اس سے بڑی مدد پہنچی اور ڈاکٹر متھر صاحب نے اپنی ترمیم کرتے وقت اس میں سے بہت کچھ لیا +

۱۸۶۸ء میں پادری ڈاکٹر آر۔ سی۔ متھر صاحب۔ (لنڈن مشنری سوسائٹی) نے بنارس والے ترجمے کو خوب نقطہ چینی کی نظر سے دیکھ کر بہت محنت کے بعد ازسرِنو مرزاپور میں چھپوایا۔ جیسی ان جفاکش صاحب نے اردو بائبل کے لئے کوشش کی ویسی ہنری مارٹن صاحب کے سوا کسی اور نے نہیں کی۔ ۱۸۶۰ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان ڈاکٹر متھر صاحب نے بڑی احتیاط سے بنارس والے ترجمے کو دیکھ دیکھ کر اُس میں ریفرینس کا مکمل حاشیہ چڑھایا۔ یہہ کتاب رومن اور عربی حروف دونوں میں شایع ہوئی اور اُس وقت سے لے کر آج تک یہی بائبل اردو بولنے والی مسیحی جماعتوں کے گرجوں میں پادری کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ عربی حروف کا ایڈیشن راقم کے زیرنگرانی لنڈن میں ۱۸۸۹ء میں دوسری بار چھپوایا گیا بغیر ریفرینس کے یہہ ترجمہ بار بار چھپتا رہا۔ جو کام اُنہوں نے اس کے متعلق کیا اُس کا ذکر ڈاکٹر متھر صاحب نے نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی کے ۱۸۹۰ء کی رپورٹ میں یوں کیا ہے۔

"۱۸۹۰ء میں نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی نے ڈاکٹر متھر سے درخواست کی کہ عربی اور رومن دونوں حروف کی اپنی ہندوستانی بائبل ازسرِنو چھپوا دیں اور اُن کو پورا پورا اِختیار دیا کہ کل کی نظرثانی کرکے جہاں جہاں ضروری سمجھیں ترمیم و تصحیح کردیں لیکن نئے عہدنامے کی نسبت اُتنی ہدایت کی کہ پادری ہورنلے صاحب کے ترجمے کو برابر زیرِنظر رکھیں۔ تاہم اُن کو اِختیار دیا کہ اس کی بھی جہاں جہاں ضرورت ہو تصحیح کریں"۔ اس کام کے لئے بائبل سوسائٹی نے ولایت سے چار اچھی تفسیریں ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس بھیج دیں +

ڈاکٹر متھر صاحب کا ترجمہ پچھلے ترجموں کے مقابلے میں صاف اور بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اُس میں ایک بڑا نقص تو ہے کہ وہ صرف ایک آدمی کا ترجمہ ہے اور اس باعث سے اُس میں ایسی غلطیاں اور تکیہ کلام آ گئے ہیں جو کمیٹی کے ہونے سے فوراً ظاہر ہو جاتے اور آنے نہ پاتے۔ علاوہ ازیں اُس میں خواہ مخواہ جنوب مشرقی علاقے کی اردو کے نقص بھی پڑ گئے ہیں مگر بالعموم نئے عہد نامے کا یہ ترجمہ صاف اور احتیاط سے کیا ہوا اور بامحاورہ ہے نہ تو اُس میں بدسلیقگی نہ بے جا اظہارِ علمیت پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی اردو ترجمہ مستند متن کہلانے کے لائق ہے تو سنہ ۱۸۷۱ء کے بعد یہ ترجمہ ایسا ہوا ہے۔ مگر اُس کے سوا تین اور ترجمے یعنے بنارس والا اور بپٹسٹ اور ہورنلے صاحب کا کم و بیش استعمال میں آتے رہے ہیں۔ اور علاوہ اس کے مرزاپوری ترجمے کو دوبارہ سہ بارہ چھپتے وقت چھاپنے والوں نے رومن اور فارسی دونو حروف کے متن کو کچھ کچھ تصحیح کیا۔ اس طرح رنگارنگ اور مختلف اقسام کے متن بن گئے جو بلا امتیاز کے اجرا ہوئے اور کام میں لائے گئے +

غرض اُردو نئے عہد نامے کے آنے کی بہت سی عارضی مرمت تو ہوئی مگر ساتھ ہی ساتھ وہ ہوشیاری سے صیقل کر کے تیز بھی کیا گیا ہے۔ اِس سے پیشتر ہنری مارٹن صاحب کے ترجمے کی ایک ہی نظرِ ثانی باضابطہ کمیٹی کے وسیلے کی گئی۔ اور اُس سے سنہ ۱۸۸۲ء کا بنارس والا ایڈیشن نکلا۔ مگر ڈاکٹر متھر صاحب کی نظرِ ثانی برٹش اور فارن بائبل سوسائٹی کی منظوری سے کی گئی۔ اور وہ اِس لئے وزنی ہے کہ اُس سے اردو متن کی وہ شکل نکلی جس سے اُس کی سب سے زیادہ اور دور دور اشاعت ہوئی +

یہ بات ظاہر و قابلِ لحاظ ہے کہ جتنے ترجموں کا بیان اب تک ہوا ہے وہ سب اردو بولنے والے علاقہ کے جنوب مشرقی سرے پر ہوئے اور یہ کہ وہ ۸۰ برس سے زیادہ مروج رہے ہم اس بات کو دیکھ چکے ہیں کہ یہ اردو زبان کے بڑھنے اور پھیلنے کا زمانہ تھا ہنری مارٹن صاحب کے ترجمے کی نسبت یہ کہا گیا ہے اور کچھ صحیح بھی ہے کہ انہیں اپنے لئے اردو نثر کی ایک طرز قائم کرنی پڑی۔ بہر حال اردو نثر کی تحریر و طرزِ عبارت نے انیسویں صدی میں اتنی ترقی کی ہے جو اس زبان کی تواریخ کے کل زمانے میں کبھی نہ ہوئی تھی اور نہ صرف زبان ہی کی ترقی ہوئی۔ اُس انگریزی حکومت کے ساتھ ہی ساتھ جس کی طرف سے سنہ ۱۸۳۶ء مغربی شمالی ہند کے لئے اردو زبان دفتر کی زبان قرار دی گئی مشنوں کا رقبہ بھی اودھ اور پنجاب سے ہوتا ہوا پشاور اور کوئٹہ اور بنوں کی افغانی سرحدوں تک بڑھ گیا ہے شروع میں اردو کے دو خاص مرکز ہوتے تھے یعنی دہلی جو اصلی ہے اور لکھنؤ جو دوسرا ٹھہرا مگر اب ان کے سوا لاہور تیسرا اور الہ آباد کسی قدر چوتھا قرار پا گیا ہے یہ سب شہر ایسے ملکوں میں واقع ہیں جن میں کئی مشن کام کر رہے ہیں اور اُن میں جابجا اردو بولنے والی مسیحی جماعتیں ترقی کی حالت میں پائی جاتی ہیں۔ اب اُن لوگوں کے نزدیک جو دہلی کی زبان سندی سمجھتے ہیں مشرقی ہندوستان کے کئے ہوئے ترجموں کے محاورات مرغوب خاطر کیونکر ہو سکتے تھے؟ اِس کے علاوہ اردو نئے عہد نامے کے متن کے مذکورہ بالا اخلاط ملط کا لحاظ کریں اور اسباب کا بھی کہ سنہ ۱۸۷۱ء کے بعد نئے عہد نامے کی تفسیر اور نقطہ چینی میں بہت ہی ترقی ہوئی۔ تو یہ صاف روشن ہو جائیگا کہ سنہ ۹۹-۱۸۹۳ء کی نظرِ ثانی کی کن وجوہات سے ضرورت پڑی +

۲-اُردو نئے عہد نامے کی سنہ ۱۸۹۳-۹۹ والی ترمیم کا اِنتظام اور کارگزاری +

اس کام کے شروع ہونے کی تحریک پادری ایچ ای پرکنس صاحب ایم۔ اے کی طرف سے ہوئی۔ ان کو اردو زبان دانی کی اعلیٰ لیاقت اور لاثانی تجربہ حاصل تھا۔ اس لئے کہ پہلے سول سروس کا کام کمشنری کے عہدے تک کر کے

اس کے بعد مشنری بھی رہے تھے +

چند سال تک اس امر کا تذکرہ ہی ہوا تھا مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تھا۔ آخر الامر ۱۸۹۲ء میں پادری پرکنس صاحب نے جو اس وقت پنجاب اگزیلیری بائبل سوسائٹی کے پریزیڈنٹ تھے بہ عنوان "اردو بائبل کی ترمیم کے چند اصول کا تذکرہ" ایک رسالہ شایع کیا۔ اس میں صاحب موصوف نے اصول اور کارروائی کے چند امور کی بحث کی اور نیز انہوں نے موجودہ ترجمہ کے محاورے اور سیاق عبارت اور ادائے معنی کے چند ترمیم طلب نقصوں کا ذکر کیا اس پر ترمیم کی ضرورت کا سوال لاہور اور الہ آباد کی اگزیلیری بائبل سوسائیٹیوں کی کمیٹیوں میں پیش کیا گیا۔ دیسیوں اور پردیسیوں دونوں کا ایک عجیب سا اتفاق الرائے ظہور میں آیا کہ اردو نئے عہدنامے کی ترمیم ضرور ہونی چاہئے پس مذکورۂ بالا کمیٹیوں کی درخواست پر تمام مشنوں کی طرف سے جن میں اردو کی اشاعت ہے اس امر پر غور کرنے کے لئے ڈیلیگیٹوں کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں ۹ سوسائیٹیوں کے ۲۶ مشنری مدعو ہوئے تھے اور ان میں سے ۸ سوسائیٹیوں کے ۱۷ مشنری شامل ہوئے۔ جلسہ بمقام دہلی ۲۰ اور ۲۱ دسمبر ۱۸۹۲ء کو واقع ہوا اور اس میں مذکورہ ذیل مشنوں کی طرف سے ممبر موجود تھے۔

امریکن پرسبٹیرین۔
امریکن یونائیٹڈ پرسبٹیرین۔
چرچ مشنری سوسائٹی۔
چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن۔
انگلش بپٹسٹ۔
میتھوڈسٹ اپسکوپل۔
سوسائٹی فار دی پروپیگیشن آف دی گوسپل۔

اردو کا استعمال کرنے والے مشنوں میں صرف لندن مشنری سوسائٹی کی طرف سے کوئی ڈیلیگیٹ نہ آیا مگر اس وقت یہ سوسائٹی اُس علاقے کے اندر جہاں اردو رائج ہے تھوڑا ہی کام کرتی ہے +

اس جلسے میں باتفاق رائے قرار پایا کہ اردو نئے عہدنامے کی ترمیم کے لئے سات شخصوں کی ایک کمیٹی منتخب ہو جن میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی طرف سے مقرر شدہ چیف ریوائزر یعنی پادری پرکنس صاحب شامل ہوں۔ اس کمیٹی کے پہلے اجلاس میں مذکورۂ ذیل ممبر موجود تھے۔ مسٹر چندو لعل۔ (۸) سابق چیف ٹرانسلیٹر محکمۂ تعلیم پنجاب۔ ریورنڈ اے۔ ہوسکنس پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (۴) میتھوڈسٹ اپسکوپل مشن کانپور۔ ریورنڈ سی۔ بی۔ نیوٹن ڈی۔ ڈی (۸) امریکن پرسبٹیرین مشن جالندھر۔ ریورنڈ ٹی۔ جے۔ سکاٹ ڈی۔ ڈی (۸) پرنسپل میتھوڈسٹ اپسکوپل تھیولاجیکل سیمنری بریلی۔ ریورنڈ تارا چند (۴) پاسٹر۔ سوسائٹی فار دی پروپیگیشن آف دی گوسپل۔ اجمیر۔ ریورنڈ ایچ۔ یو وائٹ بریکٹ (۸) چرچ مشنری سوسائٹی۔ بٹالہ +

۱۸۹۴ء کے شروع میں کمیٹی کے تمام شرکا کو پادری پرکنس صاحب کی جدائی سے بہت رنج پہنچا۔ چونکہ انہیں مجبوراً ملک ہند کو چھوڑنا پڑا۔ اس لئے پادری وائٹ بریکٹ صاحب چیف ریوائزر مقرر ہوئے۔ ماسوا پادری پرکنس صاحب کے ڈاکٹر ہاسکنس اور ڈاکٹر سی۔ بی۔ نیوٹن۔ صاحبان بھی اس کام کے ہوتے ہوئے مستعفی ہو گئے اور بعض دوسرے ممبروں کی رخصت کے وقت صاحبان ذیل کم و بیش کمیٹی کے کام میں شریک رہے +

ریورنڈ جی۔ جے۔ ڈن (۲) بپٹسٹ مشن بانکی پور۔
ریورنڈ جے۔ سی۔ آر۔ یوئنگ ڈی۔ ڈی (۵) امریکن پرسبٹیرین مشن لاہور۔
ریورنڈ ڈبلیو۔ ہوپر ڈی۔ ڈی (۵) چرچ مشنری سوسائٹی مسوری چیف ریوائزر آف دی اولڈ ٹیسٹیمنٹ ان ہندی +
ریورنڈ سی۔ اے۔ آر۔ جانویر (۱) امریکن پرسبٹیرین مشن الہ آباد +
ریورنڈ ڈبلیو۔ منسل ڈی۔ ڈی (۳) پرنسپل پھلندر سمتھ انسٹیٹیوٹ (ایم۔ ای۔ ایم مسوری)۔
ریورنڈ ایف۔ جے۔ نیوٹن ایم۔ ڈی (۱) امریکن پرسبٹیرین مشن فیروزپور۔
بریکٹ میں کے ہندسے اُن جلسوں کی تعداد پر دلالت

کرتے ہیں جن میں ممبر موجود ہوئے + کمیٹی کے کل ۸ جلسے منعقد ہوئے اور ان کے کام کرنے کے دنوں کی تعداد ۱۸۳ تھی - اِن کے مقام اور تاریخوں اور کام کی کیفیت نقشہ ذیل سے ظاہر ہے +

مقام و تاریخ	کام کے دن	حصہ تصحیح شدہ
۱- لاہور- مارچ ۱۴-۲۳-۱۸۹۳	۹	متی ۱-۱۲-
۲- جالندھر- اکتوبر ۴-۱۹-۱۸۹۳	۱۴	متی ۱۳-۲۸
۳- دہلی- اپریل ۱۷- مئی ۲-۱۸۹۴	۱۶	مرقس ۱-۱۴
۴- بریلی- اکتوبر ۹-۲۶-۱۸۹۴	۱۶	مرقس ۱۵- لوقا ۲
۵- مسوری- مئی ۸ جون ۱۳-۱۸۹۵	۳۱	لوقا ۳- یوحنا ۲
۶- لاہور- جنوری ۱۱ مارچ ۴-۱۸۹۷	۴۴	یوحنا ۳- ۲ قرنتھیوں
۷- مسوری جولائی ۸- اگست ۳۰-۱۸۹۷	۲۳	گلتیوں- عبرانیوں
۸- دہلی- جنوری ۳۰ فروری ۱۹-۱۸۹۸	۲۷	یعقوب- مکاشفہ

اِس نقشے سے عیاں ہے کہ پچھلے دو برس میں کمیٹی نے بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ دن تک اجلاس کرتی رہی اور کام بھی زیادہ کیا - اس کی وجہ یہہ ہے کہ پہلے کام چلنے کے انداز سے یہہ اندیشہ ہوا کہ تصحیح کے ختم ہونے سے پیشتر کمیٹی کے کل ممبر بدل جاینگے اور اس صورت میں یا تو کام رک جایگا یا نئے ممبر اُس کو از سر نو شروع کرینگے - پس چرچ مشنری سوسایٹی نے منظور کیا کہ اپریل ۱۸۹۶ء کے بعد پادری وائٹ برکٹ صاحب اپنے اور مشنری کام سے علیحدہ ہوکر صرف ریوژن کے کام میں مشغول ہیں - اُن کے ساتھ ساتھ لالہ چندو لال صاحب اور اہل اسلام میں سے ایک عالم و فاضل مولوی صاحب اس کام پر متعین ہوئے - اس انتظام کے سبب سے کام زیادہ چل بھی نکلا اور اس لئے بھی کہ طوالت اجلاس کے سبب سے کام میں ناغہ کم ہوتی تھی اور کام کرتے کرتے ایسے بہت سوالات حل ہو چکے تھے جن پر پہلے جلسوں میں وقت خرچ کرنا پڑتا تھا - تصحیح شدہ ترجمے کے ہر ایک حصے کا ایک مسودہ چھپکر تخمیناً ۵۰ صاحبان رائے کے پاس بھیجا جایا کرتا تھا - ان نسخوں میں اوسطاً ۲۵ جن پر دیکھنے والوں نے نوٹ لکھے تھے ترمیم کنندگان کے پاس پہنچکر کمیٹی کے اجلاس میں پیش کئے جاتے تھے - آخری جلسے میں کمیٹی نے محاورات اور اصطلاحات کے بہت سے ایسے نکتوں پر غور کیا جو اس موقعہ تک ملتوی رکھے گئے تھے - اس رائے زنی میں نہ صرف کمیٹی کے دو تنخواہ دار ہمنشین مولوی صاحبان بلکہ دہلی کے تین مشہور و معروف عالم و مصنف شامل بھی ہوئے ۱۸۹۸ء کے ۱۰ مارچ میں چیف ریوائزر انگلینڈ کو روانہ ہوئے - بموجب کمیٹی کے ارشاد کے انہوں نے اپنی چھٹی کے وقت میں باقی ماندہ کام انجام دیا یعنی (۱) متن کی صحت کو لفظ بہ لفظ جانچنا (۲) کمیٹی کے مسلمہ فیصلوں کے مطابق مساوی مقاموں اور لفظوں کے ترجمے کو جو رہ گیا تھا یکساں کر دینا (۳) فصلوں کی سرخیاں (پیراگراف ہیڈنگس) بنانا (۴) اناجیل کے مساوی مقاموں اور پرانے عہدنامے کے حوالوں کو درج کرنا - (۵) رومن حروف کے اڈیشن کو چھپوانا - اِن کے پروف دیکھنے میں پادری پرکنس اور خرف صاحبان نے بڑی مدد کی +

ماہ جنوری ۱۹۰۰ء کو ملک ہند میں واپس آکے پادری وائٹ برکٹ صاحب نے فارسی حروف کا اڈیشن طبع کرایا اور وہ ماہ اگست میں شایع ہوا +

۳- اِس ترمیم کے اصول اور نتیجے

جو نئے عہدنامے کے ترجمے کی ترمیم کسی غیر مسیحی ملک میں کی جائے اگر اس کے حسن و قبح نکالنے کے لئے ایک اندازہ قایم کرنا چاہیں تو سرسری نظر سے یہی واجب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے کمل یورپین ترجموں کو اور خاصکر ۱۸۸۱ء کے انگریزی ریوائزڈ ورژن کو سند قرار دیں - اس میں کچھ شک نہیں کہ ترمیم کا کام ہونے میں ہمیں انگریزی ریوائزڈ ورژن سے اور سب کتابوں کی نسبت زیادہ مدد ملی - تاہم اس کے مستند ٹھہرانے میں کسی قدر حد باندھنے کی بھی ضرورت ہے اس لئے کہ اول تو اس کی انگریزی عبارت سے اکثر پڑھنے والوں اور تفسیر والوں کو پوری تسلی نہیں دوسرے یہہ کہ جبکہ کسی مشرقی زبان میں نئے عہدنامے کے ترجمے پر غور کریں تو یاد رکھنا چاہئے کہ جتنا لگاؤ انگریزی زبان کو یونانی زبان سے ہے کسی مشرقی زبان کو اُتنا نہ ہوگا - پھر یہہ بھی ہے کہ جو ترجمہ کسی غیر مسیحی ملک میں کیا جائے

اور وہ نہ صرف مسیحیوں میں بلکہ غیرمسیحی لوگوں میں بھی رواج پانے والا ہو۔ اس میں اس ملک اور قوم کے حالات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے +

ان باتوں کو مدنظر رکھ کے بہتر ہو گا کہ میں پہلے اُن اصُول کا ذکر کروں جو دسمبر ۱۸۹۲ء کے دہلی والے کانفرنس میں قرار پائے گئے اور برٹش اور فارن بائیبل سوسایٹی کی طرف سے منظور بھی ہوئے +

الف متن کے بارے میں ؛

۱۔ یہہ قرار پایا کہ اس ترمیم کی بنا اردو انجیل کا وہ اڈیشن ہو جو ۱۸۸۱ء میں لنڈن میں شایع ہوا تھا کیونکہ اس میں ڈاکٹر متھر صاحب کا متن سب سے زیادہ صحت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ پس اس کمیٹی کا کام ترمیم کرنا ٹھہرا نہ کہ از سر نو ترجمہ کرنا۔ مگر یہہ متن بھی ایسا نہیں جو شبہہ سے بالکل بری ہو۔ وہ کئی ایک مروج ترجموں میں سے چنکر اختیار کیا گیا ہی اور اُس کا رواج صرف ۲۰ برس سے ہے۔ غرض جیسا لوتھر صاحب کے ترجمے یا انگریزی آتھورایزڈ ورشن کو رواجی اعتبار ہی ویسا اس کو بدرجہا کم حاصل ہی +

۲۔ یہہ بھی قرار پایا کہ اردو ترمیم کنندگان انگریزی ریوایزرس کے یونانی متن کی اس طرح تقلید کریں کہ ان کے حاشئے کی قرائتوں کو متن میں درج نہ کریں ؛۔ اس سے یہہ مراد نہیں کہ انگریزی ریوائزرس کے ترجمے کی ہر موقعہ پر تقلید کی جائے مگر ہاں وہ مقام جن میں ان کے یا امریکن ریوایزرس کے ترجمے سے ہماری ترمیم کی مطابقت نہیں بہت تھوڑے ہونگے

چونکہ اردو خوان مسیحیوں کو نئے عہد نامے کے یونانی متن کی ترمیم کے بارے میں تھوڑی داقفیت ہی اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس موقعہ پر اس کا کچھ بیان کیا جائے +

جب انجیل کے متن کی تصحیح کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے بعض دیندار کم خواندہ مسیحی حیران ہوتے ہیں کیونکہ انکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ خدا کا کلام تبدیل کیا جاتا ہی۔ مگر در حقیقت انجیل کے متن کی مناسب نکتہ چینی سے خدا کا کلام زیادہ صفائی سے اظہار پاتا ہے۔ جب کسی پرانی اور شاندار عمارت کی شکل اور خوبی صدیوں بھر کی میل اور مٹی سے جا بجا کسی قدر بگڑ گئی ہو تو ان فضول چیزوں کے دور کرنے اور اصل صورت دکھانے سے عمارت ہرگز تبدیل نہیں ہوتی بلکہ اپنی حقیقی شکل پر آجاتی ہی +

پہلے پہل انجیل کے اصل نسخے رسولوں یا ان کے کاتبوں کے ہاتھ سے ایسے کاغذوں پر لکھے گئے جو بہت مضبوط نہ تھے پس وہ گھس گھس کر جلد پھٹ گئے ہونگے مختلف کلیسیاؤں اور شخصوں کے پڑھنے کے لئے ان کی نقلیں کی جاتی تھیں جس قدر دین کی اشاعت زیادہ ہوتی گئی اسی قدر ان صحیفوں کی نقلیں زیادہ ہوئیں اور وہ جھلی کے ورقوں پر کی جاتیں تھیں مگر ہمیشہ مکتوب (یعنی لپٹے ہوئے طومار) کی صورت میں رہیں۔ دو باتیں ان کی حفاظت کی زیادہ مانع تھیں مگر انجام اُن کا یہہ ہوا کہ انجیل کے نسخے زیادہ احتیاط سے رکھے گئے۔ (۱) ایذا رسانی کے وقت حاکموں کی طرف سے بہت جلد یہ تلف کی جاتی تھیں۔ مگر مسیحیوں نے انکا حوالے کرنا بڑا گناہ سمجھا اور دینے والوں کو کلیسیا کی طرف سے سزا ملتی تھی اور ان کی بدنامی ہوئی تھی۔ غرض باوجود بار بار ظلم اُٹھانے کے کلیسیا نے انجیل کے نسخوں کی بڑی حفاظت کی۔ (۲) چند بدعتیوں نے اپنی جھوٹی تعلیم کو ثابت کرنے کے لئے انجیل کی عبارت جا بجا بگاڑ دی۔ مگر اس سے علماء کلیسیا انجیل کی اصل عبارت کی تائید پر اور بھی آمادہ ہو گئے +

چونکہ انجیل کے نسخے قدیم زمانے میں صرف کاتبوں کے وسیلے سے بن سکتے تھے اس لئے کلیسیا کی احتیاط کے باوجود غلطیوں کی گنجایش رہی۔ کبھی کاتب ایک سطر ختم کر کے اگلی سطر کے آخر میں وہی لفظ دیکھ کے درمیانی سطر چھوڑ کر اگلی سطر پر جاتا تھا۔ کبھی بھول سے ایک لفظ رہ جاتا تھا یا جو لفظ کی غیر معمولی صورت متن میں ہو اس کو کاتب معمولی صورت میں لکھتا تھا کبھی جو حاشیہ متن کے بہت قریب تھا اس کو صحیح متن سمجھ کر متن میں ملا دیتا تھا۔ اس کے علاوہ ہجے وغیرہ کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کا امکان تھا

تاہم جو غلطیاں دس صدیوں تک پڑ گئیں اُن میں سے بہت تھوڑی ہیں جن سے معنی میں کوئی خاص فرق آتا ہو اور ایک بھی نہیں جس سے اُصول دین میں کچھ خلل آئے۔ اور جیوں جیوں سب سے پرانے نسخے دیکھیں ووں ووں ایسی غلطیاں اور اختلافات بہت کم نظر آتے ہیں غرض نئے عہد نامے کی کسی معصر کتاب کے نسخوں کو جب دیکھتے ہیں تو انجیل کے نسخوں کی نسبت انکا شمار بہت تھوڑا اور ان کے اختلافات بہت زیادہ ہوتے ہیں +

تخمیناً نویں صدی سے لیکر پندرہویں صدی تک مغربی یورپ کی کلیساؤں میں غفلت اور بے علمی کا زمانہ تھا اور اس عرصے میں یونانی زبان کی واقفیت کلیسیا کے علما میں اسقدر معدوم تھی کہ جو کچھ اُس زمانے میں ترجمہ یا تفسیر کی جاتی تھی وہ صرف لاطینی ترجمے کی بنا پر ہوئی تھی۔ پندرہویں صدی میں قسطنطنیہ ترکوں کے قابو میں آیا اور اس سبب سے بہت سے یونانی علما مغربی یورپ میں نکلکر پہنچے۔ ان کے پاس طرح طرح کی یونانی کتابوں کے نسخے تھے خاصکر نئے عہد نامے کے اور ان کے ذریعے سے اصل یونانی انجیل کی واقفیت پھیل گئی۔ سولہویں صدی کے شروع میں اُصل یونانی متن سے انجیل کے ترجمے پھر ہونے لگے اور انگلینڈ جرمنی اور اور ملکوں میں ان ترجموں کے ذریعے سے اصلاح دین کی نہایت ترقی ہوئی۔ تاہم اُس زمانے میں انجیل کے تھوڑے سے یونانی نسخے (تخمیناً ۲۰۰) موجود تھے اور وہ بھی اکثر ایک ہی شہر یعنی قسطنطنیہ کے کاتبوں کے لکھے ہوئے۔ ان کے متن کے مطابق شہر پارس کے ایک طبع کنندہ سٹیفنس نامی نے نئے عہدنامے کا ایک عمدہ اڈیشن چھپوایا اور یہہ اُس وقت سے لے کر بہت عرصے تک مروج رہا یہانتک کہ وہ "متن مروجہ" مشہور ہوگیا۔ مگر رفتہ رفتہ اور بہت پُرانے یونانی نسخے اور دوسری زبانوں کے ترجمے عالموں کو مل گئے جن کے ذریعے سے اصل یونانی متن کی صورت اور بھی صاف ظاہر ہوتی گئی۔ ان کا استعمال اِسی اُنیسویں صدی کے شروع سے زیادہ ہونے لگا اور جس وقت نئے عہدنامے کی انگریزی تصحیح سنہ ۱۸۷۰ میں ہونے لگی بزرگان کلیسیا کی طرف سے یہہ بات قرار پائی کہ ایک تصحیح شدہ یونانی متن کے مطابق ترمیم کی جائے۔ اسی کا نام "ریوائزس گریک ٹکسٹ" مشہور ہے +

اگر یہہ پوچھا جائے کہ یہہ ترمیم متنی کس بنا پر کی گئی تو واضح ہو کہ بجائے مذکورہ بالا ۲۰۰ نسخوں کے اب ۵۰۰ سے زیادہ موجود ہیں اور علاوہ اس کے ان کے پڑھنے اور آپس میں مقابلہ کرنے کا ایک خاص علم (ٹیکسچوئل کرٹیسزم) پیدا ہوا ہے نیز عبرانی یونانی اور اور زبانوں کی واقفیت بہت ترقی پا گئی ہے +

اب نئے عہد نامے کی اصل صحیح عبارت کو معلوم کرنے کے لئے تین خاص ذریعے موجود ہیں اور ان کو علم مذکورہ کے قاعدوں کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے +

اوّل پرانے نسخے: ان میں پانچ مخصوص ہیں یعنی:-

(۱) سیناٹک۔ یہہ اس نام سے اس لئے مشہور ہے کہ وہ سنہ ۱۸۵۹ء عرب کے کوہ سینا کے ایک راہب خانے میں ملا۔ یہہ شہر سینٹ پیٹرزبرگ میں زار روس کے کتب خانے میں موجود ہے اور تخمیناً سنہ ۳۵۰ء میں لکھا گیا +

(۲) ویٹیکن۔ یہہ کئی صدی تک شہر روما کے ویٹیکن محل کے کتب خانے میں رہ چکا ہے جہاں پوپ صاحب رہتے ہیں اور سینائٹک نسخے سے تھوڑے برس بعد لکھا گیا +

(۳) الیگزنڈرائن۔ تقریباً سنہ ۴۵۰ کا لکھا ہوا نسخہ ہے اور یہہ شہر لنڈن کے برٹش میوزیم میں محفوظ ہے +

(۴) افرائیم۔ تقریباً اُسی زمانے کا نسخہ ہے اور وہ شہر پارس کے بڑے کتب خانے میں ہے +

(۵) کیمبرج۔ تخمیناً ۵۵۰ کا نسخہ ہے اور یونیورسٹی مذکورہ کے کتب خانے میں موجود ہے +

ان کے بعد قدیمی ترجمے سندی عبارت کی دلیل دیتے ہیں ذیل میں اُن میں سے چند کے نام لئے جاتے اور قریبی تاریخوں کا ذکر کیا جاتا ہے +

(۱) قدیم لاطینی سنہ ۱۳۰ عیسوی۔

(۲) قدیم سوریانی۔ سنہ ۱۴۰ یہہ ارامی زبان میں ہے اور یہہ وہی زبان ہے جو خداوند یسوع مسیح کی مادری زبان تھی۔ اس ترجمے کی سنہ ۲۹۵ میں نظر ثانی ہوئی +

(۳) میمفس اور تھیبس شہروں کے ترجمے سنہ ۱۹۰ میں

مصر کی زبان میں اُس ملک کے مختلف علاقوں کے لئے کئے گئے +

(۴) ولگیٹ (یعنی مروّجہ) بزرگ جیروم صاحب کا ترجمہ ہے جو انہوں نے قدیم لاطینی ترجمے کو ترمیم کر کے بنایا۔ قریباً ۱۰۰۰ برس تک یہہ ترجمہ تمام مغربی کلیسیا میں سب سے زیادہ مُروّج رہا یہانتک کہ کلیسیا روما نے اُسی کو بجائے یونانی اصل کے سندی ٹھہرایا۔ اسی سے وکلف صاحب کا انگریزی ترجمہ چودھویں صدی میں کیا گیا +

تیسرے درجے کے گواہ بزرگان کلیسیا ہیں۔ ان میں سے بعض خاص الخاص کا نام مع سن وفات کے لکھتا ہوں جسٹن مارٹائر (۱۶۶) اِرینیوکس (۲۰۲) ترتولین (۲۲۰) آریجین (۲۵۴) سائپرین (۲۵۸) کرسوسٹم (۴۰۷) جیروم (۴۲۰) آگسٹائن (۴۳۰) چونکہ ان میں سے اکثروں نے بڑی بڑی تفسیریں لکھیں اس لئے اگر قدیم نسخے اور ترجمے کھو بھی جاتے تو بھی ان کی کتابوں میں سے انتخاب کر کے قریباً پورا نیا عہد نامہ بن سکتا۔ مگر ان کے حوالوں کی عبارت کی صحت نسخوں اور ترجموں کی صحت سے کم درجے پر ہے +

اب عیاں ہوگا کہ جس قدر قدیم نسخوں اور ترجموں اور بزرگان کلیسیا کی شہادت کسی قرأت (ریڈنگ) کی نسبت متفق ہوگی اُسی قدر پچھلے نسخوں کی غلطیوں کے رفع کرنے میں شک کم رہیگا۔ غرض ان کی شہادت کے مطابق اور علم کے قاعدوں سے انیسویں صدی میں بہت سے مسیحی علما نے پچھلے نسخوں کی غلطیوں کو رفع کرنے اور نئے عہد نامے کی اصل یونانی عبارت کو نقطہ بہ نقطہ بحال کرنے کی کوشش کی ہے۔

انگلینڈ کے ملک میں اس علم کے سب سے لائق اُستاد اُسقوفِ درہم ڈاکٹر ویسٹ کاٹ اور کیمبرج کے پروفیسر ہورٹ صاحبان تھے۔ یہہ انگریزی نئے عہد نامے کی ترمیم کنندہ کمیٹی میں شامل تھے اور اُس کمیٹی کی وساطت سے جو حکام کلیسیا کی طرف سے مقرر ہوئے تھے نئے عہد نامے کا وہ یونانی متن بن گیا جو ریوائزڈ گریک ٹیکسٹ مشہور ہے۔ کوئی پوچھیگا کہ اِس متن میں متن مروجہ کی نسبت کسقدر تبدیلیاں واقع ہوئیں؟ تو اس سوال کے جواب میں ایک امریکن بزرگ یعنی پروفیسر عزرا ایبٹ کے ان لفظوں کا حوالہ دیتا ہوں "نئے عہد نامے میں کوئی ۱۵۰۰۰ قرأتیں شمار ہو سکتی ہیں مگر ان کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ بیس میں سے انیس کو معنی سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ یعنے ان میں ہجے کا فرق یا صرف ونحو کے نکتے یا لفظوں کے مقدم موخر رکھنے کا شک ہے۔ پس ایسے نکتوں کو چھوڑ کر کوئی ۴۰۰ قرأتیں باقی رہتی ہیں جن میں معنی کا کچھ فرق پایا جائے اور وہ بھی اکثر بہت قلیل یا ان میں ایک یا چند الفاظ کے داخل یا خارج ہونے کا شک ہے جس کے سبب سے یہہ کچھ قابل توجہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان میں ایک آدھ قرأت کو ہم نسبتاً زیادہ قابل غور کہہ سکتے ہیں مگر ان موقعوں پر بھی موجودہ نسخوں کی کثرت اور قدامت کے سبب سے اصل اور صحیح قرأت کے بارے میں تھوڑے ہی شک کی گنجائش ہے"

پس جب خدا کی مدد اور عالمان کلیسیا کی کوششوں سے اِس زمانے میں نئے عہد نامے کی عبارت کی ایسی صاف شکل دکھائی گئی ہے تو واجب ہے کہ ترجموں کی ترمیم میں یہہ صاف کیا ہوا متن استعمال کیا جائے اور اس کے پڑھنے والے کو یقین ہو سکتا ہے کہ جو جو غلطیاں کاتبوں کی سہو سے پندرہویں صدی سے پیشتر پاک کتاب کے متن میں ہو گئی تھیں قریباً اُن سب کی تصحیح ہو گئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہہ بھی معلوم ہوا کہ یہہ غلطیاں اکثر بالکل خفیف تھیں اور جو معنوی تھیں وہ نہ صرف بہت تھوڑی تھیں بلکہ ایسے جن سے عقیدے کا ایک نقطہ بھی نہیں بدل سکتا +

غرض مذکورہ بالا ریزولیوشن سے یہہ مراد تھی کہ اُردو نئے عہد نامے کے ترجمے کی ترمیم اُس تصحیح شدہ یونانی متن کی بنا پر کی جائے اور ایسا ہی عمل میں آیا +

(ب) حاشئے اور پیراگراف اور ناموں کے بارے میں دہلی کے ابتدائی جلسے میں حسب ذیل قاعدے قرار پائے +

(۱) حاشیے میں چار قسم کی باتیں درج کی جائیں (ا) انگریزی ریوائزڈ ورشن کے حاشئے کی ایسی قرأتیں (الٹرنیٹو ریڈنگس) جو آتھرائزڈ ورشن کے متن کے ساتھ ملتی ہوں (ب) ایسے ترجمے جو متن میں منظور تو نہ ہوئے مگر وہ احتمال کا ایسا درجہ

رکھتے ہوں جو ذکر کرنے کے قابل ہو (ج) ایسے لفظوں یا فرقوں کے لفظی ترجمے جو محاورے کے اعتبار سے متن میں درج نہ ہو سکیں مگر ان کے درج ہونے سے الفاظ یا ان کے متن کے معنے زیادہ صاف ہو جائیں - (د) اُن سکوں اور باٹوں اور پیمانوں کی اصطلاحات جن کا مقدار اردو میں صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے +

(۲) کتاب کی عبارت فصلوں یعنے پیراگرافس پر تقسیم کی جائے اور جہاں جہاں منظوم عبارت کا حوالہ ہو وہاں اُس کی صورت آشکارا کی جائے +

(۳) بہ اتفاق رائے سے قرار پایا کہ جو نام حال کی اردو زبان میں رائج ہو چکے ہیں وہ اردو صورت میں لکھے جائیں باقی نام جس قدر ہو سکے اصلی صورت کے مطابق لکھے جائیں یونانی ناموں کی اصل صورت صیغہ واحد کی حالت فعلی قرار پائی - عبرانی ناموں کی صورت یکساں ہوتی ہی - چونکہ چاروں انجیل نویسوں متی - مرقس - لوقا اور یوحنا اور نیز رسول ترس کے نام اس زمانے میں زیادہ مشہور ہو گئے ہیں اِس لئے ان کی وہی صورت برقرار رکھی گئی گو بے قاعدہ سا ہی ذیل میں اکثر نام لکھے جاتے ہیں جن کی صورت حال کی اردو میں مشہور ہیں - باقیوں کی صورت قاعدۂ مذکورہ کے مطابق بنی +

آدم	شمعون	شیطان
حوّا	فرعون	دمشق
ہابیل	سموئیل	سینا
نوح	داوٗد	کنعان
ابراہیم	سلیمان	کسدی
حاجرہ	دانیال	سیدا
لوط	یونس	سور
اسحاق	ایوب	بیت اللحم
اسمٰعیل	یاجوج	قیصریہ
یعقوب	ماجوج	انطاکیہ
اسرائیل	جبرائیل	اسفانیہ
یوسف	میکائیل	عکر
موسیٰ	قیصر	عرب

اسنا ترمیم میں ہمارے منجی کے نام مبارک کی صورت کے بارے میں ایک دلچسپ بحث اُٹھی - کمیٹی کے بعض صلاحکاروں نے یہہ رائے دی کہ نئے عہد نامے میں بجائے یسوع کے اُس نام کی عربی صورت یعنی عیسیٰ استعمال ہونا چاہیئے - ان کا یہہ کہنا تو درست تھا کہ لفظ عیسیٰ اردو میں مروج ہے اور اُنہوں نے یہہ بھی مشتبہہ سی دلیل پیش کی کہ یہہ صورت بہ نسبت یسوع کے خوش آواز ہے - بہر حال کمیٹی کو لفظ یسوع کے قایم رکھنے میں کچھ شک نہ گذرا یہہ اکثر مسیحیوں میں رائج ہو چکا ہے اور جن غیر مسیحیوں کو ان کے ساتھ کچھ تعلق ہوتا ہے وہ سب بھی اسے سمجھ لیتے ہیں علاوہ اس کے یہہ لفظ اصل عبرانی لفظ کے حروف - (یعنی یود شین - عین) کی ترتیب پر ہے حالانکہ لفظ عیسیٰ اس ترتیب کو اُلٹا دیتا ہے جہانتک مجھے دریافت ہو سکا لفظ عیسیٰ کا استعمال محمد صاحب کے زمانے سے پیشتر نہیں ہوتا تھا - پس گمان غالب ہے کہ یہہ اُن مقفہ الفاظ میں سے ہوگا جنہیں محمد صاحب نے اُس قافیہ بندی کی خاطر تبدیل کیا جو کہ قرآنی عبارت کی خوبیوں میں شامل سمجھی جاتی ہے - اُنہوں نے ہابیل اور قائن کی جگہہ ہابیل اور قابیل بنا لیا اہرون اور قورہ کی جگہہ ہارون اور قارون ؛ گلیات اور شاؤل کی جگہہ جالوت اور سالوت گوگ اور ماگوگ کی جگہہ یاجوج اور ماجوج ؛ پس اغلب ہی کہ اُن کے کان کو یشوع اور موشیخ کو عیسیٰ اور موسیٰ بنانا خوش لگا ہوگا بہر حال اُن کے پیرویوں جوڑ کے ان کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں +

ج - زبان کا اندازہ

اِس موقع پر دسمبر ۱۸۹۲ء کے کانفرنس کے ایک ہی اور ریزولیوشن کا اقتباس کرنا کافی ہوگا اور وہ یہہ ہی کہ زبان کے اندازے کے بارہ میں ایک شخص کے سوا اور سب کی اتفاق رائے سے یہہ قرار پایا کہ اس ترجمے کی ترمیم بالعموم اردو زبان کے اُس محاورے کے مطابق ہونی چاہیے

جو دہلی میں رائج ہے"۔

چونکہ اردو زبان کی پیدائش اور ترقی خاص دہلی کے علاقے میں ہوئی ہے اس لئے اس ریزولیوشن کے بارے میں بہت دلیلیں لانے کی ضرورت نہیں۔ اگر زبان کا دوسرا اندازہ ہوتا تو لکھنؤ کی زبان کا ہوتا۔ لیکن گو ہمارا اردو کے علم ادب میں اپنا درجہ تو رکھتی ہی مگر کل ملک ہند کے اردو لکھنے اور بولنے والے دہلی کی زبان کو سندی سمجھتے میں اور حال کی تصنیفات میں اسی کا غلبہ ہے۔

رہا یہہ سوال کہ جو محاورہ بیبل کے ترجمے کے لئے سندی تسلیم ہوا کیا اُس کی عبارت زیادہ تر کتابی زبان یا عوام کی بولی کے مطابق ہونی چاہئے؟ ملک ہند کی بعض زبان بولی کی کتابی عبارت ان کے دینی ہادیوں کی طرف سے قدیم تصنیفات کے نمونے پر خلاف طبع اور ساختہ سی بنائی گئی ہے اور اس سبب سے اصل زبانوں کے مترجم اس دبدا میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر عبارت کتابی بنالیں تو معمولی پڑھنے والوں کی سمجھ میں نہ آئے اور اگر عوام کی بولی میں بنالیں تو خواندہ لوگ اس کو ناقابل توجہ سمجھیں گے۔ خوش قسمتی سے اردو زبان کا یہہ حال نہیں۔ اُس میں ایک خاص دینی رنگت تو پائی جاتی ہے مگر اس کی پیدائش ایک مرتب سلطنت کی مختلف قوموں کے ملجانے کے سبب سے ہوئی اور اس لئے اسکی ساخت دینی ہادیوں کی پالیسی کے مطابق نہ ہوئی بلکہ قوم کی ضرورت کے لحاظ سے۔ اردو کے افضل شاعروں اور مصنفوں کو ایسی طرز سے لکھنا پڑا کہ معمولی آدمیوں کے دل پر تاثیر ہو اس لئے اردو کی کتابی اور زبانی عبارت میں وہ فرق نہیں جو تامل یا بنگالی زبان میں بیان کیا جاتا ہے۔ ہاں مختلف لوگوں کی اردو بولی میں بہت فرق تو پایا جاتا ہے مثلاً تعلیم یافتہ ہندوستانی یا پنجابی یا دکھنی شخص کی شستہ زبان چھاؤنیوں کے بازاروں یا دیہاتی قصبوں کی بھدی بولی سے بہت دور ہے مگر اس سے اردو زبان کا صحیح اندازہ نہیں بدلتا چنانچہ لنڈن یا لنکاشائر کے لوگوں کی الگ الگ بولیوں سے مستند انگریزی زبان میں فرق نہیں آتا۔ پس کمیٹی کی یہہ رائے ٹھہر گئی کہ بیبل کے ترجمے کی عبارت کتابی زبان کے اندازے سے گری ہوئی نہیں ہونی چاہئے مگر اُس میں ایسے الفاظ اور محاورے اختیار کئے جائیں جو حتی الامکان سادہ اور واضح ہوں +

دہلی کی زبان کو سندی ٹھہرا کر جو بنارس اور مرزاپور والے پہلے ترجموں کی مشرقی اردو سے فرق پڑ گیا اُس کی میں چند نظیریں پیش کرتا ہوں۔ ایک فرق ایسا نکلا جس کی بابت اخبار اَنڈین وِٹنس میں کچھ بحث ہوئی۔ یہہ تو مشہور بات ہے کہ دہلی اور لکھنؤ دونوں کے محاورے میں ضمیر وے اور بے کی جگہہ وہ اور یہہ مستعمل ہو گیا ہے ہمارے بعض مہربان نکتہ چینوں نے یہہ اعتراض کیا کہ اس اختلاط کے سبب سے بعض اوقات فقروں کے معنے مشتبہ ہو جائیں گے اور زبان کی وسعت بھی کم ہوتی ہے۔ ہمیں یہہ جواب دینا پڑا کہ ریوائزروں کو زبان کی واقعی حالت سے واسطہ ہے نہ کہ اُس سے جو بہتر تصور ہو سکتا ہے اور نیز یہہ کہ ہر موجودہ زبان میں مختلف صیغوں کا گویا گھسکر یکساں ہو جانا ایک معمولی واقعی ہوتا ہے +

ترمیم کے اس اصول کی چند اور نظیریں یوں لکھتا ہوں کہ مسلم محاورہ بریکٹ میں رکھا جاتا ہے اُس پاس (اُس کے پاس) مجھ پاس (میرے پاس)، لے او (لو یا لے لو) کبھو (کبھی)، کسو (کسی) سبھوں نے (سب نے)، بارہوں میں (اُن بارہ میں)، بعضوں نے (بعض نے)، جورو (بیوی) چنگا کرنا (اچھا کرنا)، بجائے کے حرف کا اکثر استعمال کرنا حرف سو۔ پر اور تب کا کم استعمال کرنا بہ لحاظ وقت کے اِس سے آگے (اس سے پہلے)، بلاہٹ (بلاوا)، وہ بولا کہ (اس نے کہا) اُسکو کہا (اس سے کہا)، شرط کے بعد جزا کے لئے حرف تو لانا وغیرہ +

ایک اور قسم کی تبدیلیاں جو خاص دہلی کے محاورے سے متعلق نہیں صرف عام اردو محاورے کی مطابقت کے لئے کی گئیں مثلاً صیغہ حال کے لئے ہمیشہ فعل ہونا ہے آنا:۔ (بجائے میں کرتا میں کرتا ہوں) جب نہی ہو تو فعل ہونا کو چھوڑ دینا (بجائے وہ نہیں جاتا ہے وہ نہیں جاتا)، ان قاعدوں کا لحاظ نہ کرنے سے مرزاپوری ترجمے میں بہت جگہہ

نقص رہ گیا ہے - اس کے علاوہ صیغۂ امر کی وہ صورت جو نا پر ختم ہوتی ہے اُس فعل کے لئے استعمال کرنا جو استمراری یا شرطیہ ہو فعل مرکب (مثلاً کر لینا - کاٹ ڈالنا وغیرہ) زیادہ استعمال کرنا صلے کو موصول سے بیشتر رکھنا موصول اور موصول کے فقروں سے بچنا حرف ہی کا دہرانا کئی جگہ بجائے لفظی ترجمے کے بامحاورہ لفظ لا۔ مثلاً یوحنا ۱۲ : ۳ "گھر عطر کی خوشبو سے مہک گیا" اعمال ۲ : ۲ "سارا گھر گونج گیا" ان دونوں مقاموں پر یونانی کی لفظی تقلید کر کے پرانے ترجمے میں لفظ بھر گیا رکھا گیا تھا مگر یہ ایسے موقعہ پر بے محاورہ ہے اور چونکہ اردو زبان میں خوشبو کے پھیلنے اور آواز کے سنائی دینے کے لئے الگ الگ فعل ہیں اس لئے ان کو استعمال کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے +

بعض لفظوں میں ہجے کا بھی کچھ فرق آیا مثلاً فعل مضارع کے صیغۂ غائب میں جہاں و بڑھایا گیا تھا وہ چھوڑ دیا گیا جیسا بلاوے (بلائے) عربی اور فارسی لفظوں کے ہجے بھی حتی المقدور صحیح کئے گئے - البتہ اس کے بارے میں اختلاف رائے کی کچھ گنجائش ہے کیونکہ بعض اردو الفاظ غلط العام فصیحوں کے قاعدے کے مطابق واقعی اپنی عربی یا فارسی صورت سے کچھ بدل گئے ہیں مگر چونکہ اکثر اردو کتابوں میں اعراب لکھنے کا رواج نہیں اس لئے یہ تبدیل مشکوک رہتا ہے مثلاً غور اور فکر کے بعد ریوائزروں نے محبت - قلع - کنارا کشتی لے لیا مگر گواہی اور نقص نہیں لیا اس لئے کہ گواہی و نقص عام مسلم معلوم ہوتے ہیں +

۵ - اصول ترجمہ +

بعض ایسے شخص ہیں جو بائبل کے ترجمے کی بابت یہ اصول قائم کرتے ہیں کہ اُس کا کام یہ ہے کہ حتی الوسع اصل متن کے لفظوں کا عکس دوسری زبان میں پیدا کرنا چاہئے - ہمارے ایک نکتہ چین بھائی نے یوں لکھا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ حتی الامکان حرف بہ حرف اور لفظی ہو اور اس میں محاورے کا صرف اتنا لحاظ کیا جائے کہ سمجھ میں آسکے" ان کا مدعا یہ ٹھہرا کہ ادائے الفاظ کو ادائے خیالات پر ترجیح دی جائے - مگر در حقیقت لفظی ترکیب کو ادا کرنا اور ترجمہ کرنا آپس میں تضاد ہیں - مختلف زبانوں کے الفاظ کو دائروں سے تشبیہ دیکر یہ ظاہر ہے کہ دو زبانوں میں متساوی الفاظ کے دائروں کے رقبے آپس میں پورا میل نہیں کھاتے - ان لفظوں کے متعلق خیالات کا صرف ایک حصہ آپس میں ملتا ہے٭ دو زبانوں کے محاوروں کا میل لفظوں کے میل سے بھی زیادہ محدود ہے اور استعاروں کا مطابق ہونا سب سے زیادہ دشوار ہے - معنی کی مطابقت کے بغیر لفظوں کی مطابقت کا کچھ بھی فائدہ نہیں اور اس معنوی مطابقت کے لئے ممکن ہے کہ موقعہ موقعہ پر لفظوں کا ترجمہ بدلنا پڑے - علاوہ اس کے محاورے اور نحو کے اعتبار سے وقتاً فوقتاً مترجم کو فقرے کی ترکیب اور لفظوں کا سلسلہ بالکل بدلنا پڑیگا - ہمکو یہ منظور ہے کہ اصل عبارت کے خیالات پوری صحت سے ادا کریں اور اس طور سے جس سے اردو بولنیوالا یا لکھنے والا ان کو ادا کرتا +

پھر بھی بعض ایسے مترجم ہوتے ہیں جو اور سب باتوں کو عبارت کی خوش وضعی اور سریع الفہمی کے تابع کرنا چاہتے ہیں اور اس خیال سے جو کچھ معمولی پڑھنے والے کو غیر مانوس معلوم ہو سکتا ہے اُس کو دور کر دیتے ہیں - بہ مقابلہ ان کے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ نئے عہد نامے کے چند کلمے ایسے الٰہی بھیدوں کو بیان کرتے ہیں جن کے پورے ادائے مطلب کے لئے کوئی انسانی زبان مکتفی نہیں اور یہ بھی کہ جس کسی زبان میں مسیحی حقیقتوں کا بیان پہلے پہل کرنا پڑا اُس میں وہ نئے خیالات لفظوں کے ایسے نئے سانچے میں ڈھالے گئے ہیں جو غیر مسیحی اندازے کے مطابق غیر مانوس اور بد وضع معلوم ہوتا ہے +

میں اس بات کے دونوں پہلوؤں کو ایک مثال سے واضح

٭ نوٹ - مثلاً اردو لفظ قلم کے معنے انگریزی میں پن ہے - مگر قلم سے لکھائی درخت کا پرزہ کتاب کی نقل وغیرہ بھی معنے لے سکتے ہیں + علیٰ ہذا القیاس پن سے احاطہ بھی مراد ہے +

کرتا ہوں ۔ انجیل یوحنا کے پندرہویں باب میں کئی بار فقرہ ۔ "مجھ میں قایم رہو" آیا ہے ۔ چونکہ قایم رہو کی جگہہ یونانی میں صرف ایک لفظ آتا ہے اس لئے ایک مہربان نے چاہا کہ لفظ قایم کا تکرار صرف "مجھ میں رہو" لکھا جائے ۔ اب یہہ صحیح تو ہے کہ وہ یونانی مصدر (سا میں) رہ کے معنی دیتا ہے مگر اس کے معنے رہ کے معنی سے زیادہ وسیع بھی ہیں چنانچہ رہ کے معنی صرف اٹھ جانے یا بدل جانے کے نقیض ہیں اور یہہ فعل اکثر دوسرے فعل کے ساتھ مرکب ہو کر (مثلاً کر رہا) صرف اس کے استمرار پر دلالت کرتا ہے ۔ لیکن اس موقع پر ایسے رہنے کا ذکر ہے جو عمداً اور قصداً کسی خود مختار اور ذی عقل شخص سے عمل میں آئے ۔ لہذا اس خیال کو ادا کرنے کے لئے قایم کے لفظ کو بڑھانا ضرور ہے ۔ تاہم محاورے کا دستور بھی کچھ کچھ توڑنا پڑتا ہے ۔ کسی شخص میں قایم رہنا اردو زبان کا رائج محاورہ نہیں گو بعض صوفیانہ تصنیفات میں اس قسم کا کلام گاہے آتا ہے ۔ مگر مسیحی مترجم اس لفظ کو ہاتھ سے نہیں دے سکتا اس لئے کہ اس سے خداوند مسیح اور اس کے لوگوں کا سرّیۃ توصل مراد ہے ۔ پس جہاں کہیں یہی معنی لفظ میں سے مراد ہو وہاں وہی لفظ لانا پڑے گا مگر جہاں اس سے اور کسی قسم کا تعلق مراد ہو وہاں محاورے کے قاعدے سے ترجمہ ہو سکتا ہے ۔ مثلاً ۲ تمطاؤس ۳: ۱۴ "ان باتوں پر قایم رہ" نہ کہ "ان باتوں میں" +

علیٰ ہذا القیاس یوحنا ۶: ۲۷ یہہ فقرہ آیا ہے "باپ یعنے خدا نے اسی پر مہر کی" اب محاورے کی رو سے اس کی جگہہ یوں کہنا چاہئے ۔ "باپ نے اسی کو مخصوص کیا" کیونکہ ایک شخص پر مہر کرنا نہیں کہا جاتا اور نیز اردو میں مہر کرنے سے استعارۃً بند کرنا مراد ہوتا ہے ۔ مگر چونکہ مہر کرنے میں یہہ خیال بھی شامل ہے کہ خدا کی پوری صورت اس میں موجود ہے اور یہی لفظ اور بہت سے مقاموں پر قریباً اسی معنوں میں آیا ہے ۔ اس لئے محاورے سے قطع نظر کر کے اسی کو رکھا گیا ہے + برعکس اسکے متی ۱۲: ۳۴ میں لفظاً یوں آیا ہے ۔ کہ "دل کی معموری میں سے منہہ بولتا ہے" ۔ ایسا فقرہ نہ صرف غیر مانوس ہے بلکہ اس صورت میں رکھنے سے کوئی دینی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی ۔ صرف پڑھنے والے کو ٹھوکر لگتی ہے ۔ پس یوں با محاورہ بنانے میں کچھ بھی شبہ نہیں رہتا کہ "جو دل میں بھرا ہوا ہے وہی منہہ پر آتا ہے" +

جو یونانی متن میں عبرانی یا دیگر محاورے اور استعارے موجود ہیں ان کا بھی ترجمہ اسی اصول کے مطابق ہوا ۔ بعض الفاظ غیر مانوس دیکھ کر تبدیل کئے گئے مثلاً اعمال ۹: ۱۵ "برگزیدہ کا برتن" کی جگہہ "چنا ہوا وسیلہ" رکھا گیا ۔ بعض استعاروں کے معنی کم و بیش صاف ہیں مثلاً لوقا ۱: ۶۹ "نجات کا سینگ" پس یہہ برقرار رہا ۔ بعض محاورے از رو معنی زاید تو نہیں مثلاً "اور ایسا ہوا کہ" "دیکھو" مگر طرز عبارت کی خصوصیت میں شامل ہیں اس لئے ان کو اکثر رہنے دیا گیا ۔ بعض کا ترجمہ مختلف مقاموں پر مختلف کرنا پڑتا ہے مثلاً "آنکھ اٹھانا" متی ۱۷: ۸ میں لفظاً رکھا ؛ لوقا ۶: ۲۰ "کی طرف نظر کر کے" ترجمہ کیا ۔ کیونکہ وہاں "اپنے شاگردوں پر آنکھیں اٹھا کر" سمجھا بھی نہیں اور کوئی خاص معنی بھی نہیں دیتا ۔ ایسے محاوروں اور استعاروں کی خوبی ان کے زیادہ موثر ہونے پر موقوف ہے ۔ جہاں یہہ اثر ترجمہ کرنے میں رہ جاتا ہے وہاں فقرے کی اس صورت کا فائدہ بھی گم گیا ۔ متی ۶: ۲۶ میں لفظاً "آسمان کے پرندے" رکھا گیا لیکن جب دیکھا کہ ایک تعلیم یافتہ پڑھنے والے نے اس سے فرشتے مراد لئے تو "ہوا کے پرندے" پر اکتفا کیا +

۵ ۔ خاص لفظوں اور اصطلاحات کا ترجمہ

بیبل سوسایٹی کا ایک بہت بجا اصول یہہ ہے کہ بیبل کے مخصوص لفظوں اور اصطلاحات کا حتی الامکان یکساں ترجمہ ہو ۔ اس قسم کے لفظوں میں زبانوں کی دینی خاصیت زیادہ ظاہر ہوتی ہے ۔ جو زبان زیادہ محمدیوں میں مستعمل ہے اس میں بہ نسبت بت پرست اور ہمہ اوست قوم کی زبان کے بیبل کے خیالات سے کم فرق پایا جاتا ہے ۔ اس کے سوا اردو میں یہہ فضیلت ہے کہ اپنی دینی اصطلاحات فارسی اور عربی دونوں زبانوں سے لے سکتی ہے اور اس طرح خیالات کی جو تمیز ان دونو زبانوں میں سے ایک بخوبی ادا نہیں کرتی

وہ اُردو میں صاف ادا ہو سکتی ہے۔ مثلاً عربی زبان میں گناہ کا عام خیال اکثر لفظِ خطا سے ادا ہوتا ہے۔ اور یہہ لفظ بہت سے عربی بولنے والے مشریوں کے نزدیک بیبل کے اُس خیال کے لئے کافی نہیں۔ اب اردو میں ہم اُس بیبل والے خیال کو لفظِ گناہ سے ادا کر کے لفظِ خطا کو ہلکے معنوں میں استعمال کر سکتے ہیں +

اردو کے عربی الفاظ اور بیبل کے عبرانی الفاظ کی مطابقت سے مترجموں کو اکثر سہولیت ہوتی ہے۔ کفارہ۔ ہیکل۔ برکت کے سے لفظ کا تیار موجود ہونا بڑا غنیمت ہے۔ مگر ان کی نسبت بھی یاد رکھنا پڑتا ہے کہ مختلف زبانوں میں گو ایک ہی اصل سے نکلے ہوں ایک ہی مصدر کے لفظوں کے معنوں میں بھی بڑا فرق ہو سکتا ہے۔ برکت کے لفظ سے اردو میں وہ نعمت مراد ہے جو خدا اپنے بندوں پر نازل کرتا ہے (رومیوں ۱۵: ۲۹) مگر اُس نعمت کی شکر گذاری کا اظہار اور کسی لفظ سے ادا کرنا پڑتا ہے (مکاشفات ، ۱۲) حق و صداقت سے عبرانی میں راستبازی مراد ہے اور اُردو میں سچائی۔ حسد سے عبرانی میں مہربانی مراد ہے اردو میں ڈاہ +

میں ذیل میں نئے عہدنامے کی چند اور اصطلاحوں کا ذکر کرتا ہوں +

الٰہی ذات کے لئے لفظ خدا کو قایم رکھا گیا۔ صرف ا قرنتیوں ۸: ۶ "ایک ہی اللہ" ترجمہ ہوا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں "بہت سے الٰہ" مذکور ہوئے +

مرزاپوری ترجمہ میں یونانی لفظ ہادس کا ترجمہ دوزخ کیا گیا۔ یہہ اسلئے غلط ہے کہ ہادس سے صرف شریروں کے عذاب کی جگہہ مراد نہیں بلکہ موت کے بعد سب روحوں کا مکان مراد ہے۔ کمیٹی نے پاتال اور برزخ اور اعراف تینوں پر غور کیا مگر فیصلہ ہوا کہ ان میں سے کوئی معنی مطلوب نہیں دیتا۔ پس ہم نے لفظ عالمِ ارواح اسواسطے لے لیا کہ گو یہہ اہلِ اسلام کے الٰہیات میں کسیقدر اور معنے دیتا ہے تو بھی ہمنشینوں نے یقین سے رائے دی کہ اس اصطلاح کے معنے ہمارے ترجمے میں قرینے سے کھلیں گے اور چونکہ دونوں معنے قریب قریب ہیں اسلئے اُمید ہے یہہ نئے معنے قرار پا جائیں گے +

یونانی لفظ پسوخے جہاں اکیلا ہو اور اُسکے معنے شخص ہوں اُسکا جان کے لفظ سے ترجمہ کیا گیا مگر جہاں لفظ بدن کے ساتھ آیا وہاں روح ترجمہ ہوا +

یروشلم کی صدر عبادت گاہ کی عمارتوں کا مجموعہ (یونانی ہیرون) ہیکل ترجمہ ہوا اس کی اندر والی خاص عبادت گاہ (یونانی ناؤس) مقدس لکھا گیا +

لفظ کانشنس (یونانی سونیدیسس) کا صحیح ترجمہ نہ تمیز سے نہ ضمیر سے ہوتا ہے اور یہہ الفاظ بہت عام فہم بھی نہیں۔ چونکہ یہہ خیال ایسا ہے جو سب لوگوں کی سمجھ میں آنا چاہئے اس لئے ہمنے اُس کو ادا کرنے کے لئے ایک آسان لفظ یعنی دل لے لیا۔ یہہ یونانی لفظ سے زیادہ وسیع تو ہے مگر اُس کے معنے اکثر قرینے سے کھل جاتے ہیں۔ اس کمی اور تشخیص کی خاطر ہم نے اس کے ساتھ ساتھ حاشیے میں کانشنس کا لفظ رکھا کیونکہ یہہ اُن انگریزی لفظوں میں سے ہے جو آجکل اردو میں داخل ہوتے جاتے ہیں +

ان انگریزی اردو لفظوں میں سے تھوڑے ہی متن میں لئے ہیں۔ مثلاً اصطلاحات جوڈیشل میں سے سیل اگزیکٹیو میں سے اپیل فوجی میں سے پلٹن کے الفاظ آگئے +

صرف و نحو اور محاورے کے اُن اصولوں کا اکثر ذکر ہو چکا ہے جن کے سبب سے اس ترمیم کی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ میں اور ایک دو کا ذکر کرتا ہوں +

ہر چند اردو مشرقی زبانوں میں شامل ہے تاہم اس میں یونانی اور انگریزی کی بہ نسبت لفظی رعایت زیادہ ہوتی ہے۔ چند یونانی اور اُردو فقروں کا اردو کے محاورے کو بر بحث میں لا کر مقابلہ کرتا ہوں کسی کو سُننا (کسی کی بات کو سُننا) فلاں جگہہ بھیجنا (فلاں جگہہ آدمی بھیجنا) اُمید کو حاصل کرنا (اُمید کی ہوئی چیز کو حاصل کرنا) وغیرہ اس سبب سے اس ترمیم میں بار بار ادائے مطلب کے لئے چند لفظوں کو بڑھانا پڑا مگر معنی میں کچھ فرق نہیں آیا +

پھر اردو زبان کے مسلسل یا مساوی فقروں میں فعل کے زمانے کی مطابقت لازم آتی ہے۔ نئے عہدنامے کی یونانی عبارت اور خصوصاً یوحنا رسول کے نوشتوں میں فعل کا زمانہ ایک ہی فقرے یا بیان کے اندر بار بار بدلا کرتا ہے جہاں تواریخی بیان ہو وہاں یہہ مختلف زمانے یکساں کئے گئے ہیں (مثلاً یوحنا ۱: ۴۶ لفظاً "نتھانیل نے اس سے کہا … فلپس اس سے کہتا ہے" اخیر میں بھی لفظ کہا رکھا گیا ہے)+

تعظیم و تکریم کے صیغوں کا بھی سوال اس کمیٹی میں چھیڑا گیا اور یہہ فیصلہ ہوا کہ اُن کو اس لئے کام میں لانا نہیں چاہئے کہ اس سے ایسے تفسیری سوال بکثرت پیدا ہوتے جن کا حل کرنا مترجموں کا کام نہیں۔ کمیٹی کے اِس فیصلہ کی تائید پادری ڈاکٹر روس صاحب کے ایک دلچسپ رسالے میں پائی جاتی ہے جو انہوں نے بنگالی بیبل کی ترمیم کے بیان میں تصنیف کیا۔ اس میں ذکر ہے کہ چونکہ اصل زبانوں میں تعظیم و تکریم کے صیغے مستعمل نہیں اس لئے اُس ترجمے کے ترمیم کنندگان کو یہہ ازحد مشکل فیصلہ کرنا پڑا کہ کون کون سے شخص الہامی مصنفوں کے خیال میں تعظیم و تکریم کے مستحق تھے۔ ہماری رائے میں یہہ سوال ایسا ہی ہے جو صرف باری تعالیٰ کی عدالت میں حل ہو سکتا ہے۔ بہر حال کمیٹی کے ممبر اس پر متفق تھے کہ آسمانی کتاب کے ترجمے میں تعظیم و تکریم کے صیغوں کا نہ ہونا خام خیالی کی وجہہ نہیں ہو سکتا+

۵۔ ترجمے کی ترمیم کی نظیریں

اِس رسالے میں ترمیم کی مختلف اقسام کی صرف تھوڑی سی نظیریں دینے کی گنجایش ہے۔ اُمید ہے کہ پڑھنے والے خود مقابلہ کرکے اوروں کو نکالیں گے۔ ترمیم شدہ عبارت بریکیٹ کے اندر لائی جاتی ہے+

(۱) انگریزی ریوائزڈ ورژن کی ترمیموں کی تقلید۔ اعمال ۲۶: ۲۸۔ "نزدیک ہے کہ تیرے سمجھانے سے میں بھی ہو جاؤں" ("تو تھوڑی سی نصیحت کرکے مجھے مسیحی کر لینا چاہتا ہے") ا تمطاؤس ۶: ۱۰۔ "زر کی دوستی ساری برائیوں کی جڑ ہے" ("روپیہ کی محبت ہر قسم کی برائی کی ایک جڑ ہے") گو اَور ایسی جڑیں ہو سکتی ہیں)+

(۲) مرزاپوری نئے عہدنامے کے صریح غلط ترجموں کی تصحیح۔ افسیوں ۴: ۱۵ "محبت کے پیرو ہوکے" ("محبت اور سچی بول چال سے")۔ ا قرنتیوں ۹: ۱۸ "خوشخبری کو بے خرچ دوں" ("خوشخبری کو مفت کی چیز کر دوں")۔ ایضاً، ۲۷ آیت "باندھکے گھسیٹے لئے پھرتا ہوں" (قابو میں رکھتا ہوں)+

(۳) اُس لفظی مطابقت کی ترمیم جس سے معنی ادا نہیں ہوتے۔ لوقا ۱۱: ۱۳۔ "کتنا زیادہ روح القدس دے گا" ("روح القدس ضرور ہی دیگا") یعنی اس میں روح کی مقدار زیادہ ملنے یا اُس کے زیادہ اثر ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ یقین کا درجہ زیادہ ٹھہرایا جاتا ہے کہ اگر گنہگار آدمی اپنے فرزندوں کو اچھی چیزیں دیتا ہے تو آسمانی باپ روح القدس ضرور ہی دیگا (علیٰ ہذالقیاس۔ رومیوں ۵: ۱۷ وغیرہ)+

(۴) بعض جگہہ اُردو زبان میں بہ نسبت انگریزی کے زیادہ وسعت پائی گئی جس کے سبب ہم یونانی کے مطابق ایسی چیزوں میں تمیز کر سکے جس سے انگریزی ریوائزروں کو درگذر کرنا یا اُس کو متن میں رکھنا پڑا۔ مثلاً متی ۱۶: ۹ و ۱۰ ٹوکریاں (سمال باسکٹس) ٹوکرے (لارج باسکٹس) متی ۲۶: ۴۹۔ بوسے لینا (یعنے چومنا (کس) کے مقابلے میں بار بار بوسہ لینا ریوائزڈ ورژن کے مارجن میں کس مچ) یوحنا ۱۹: ۲۴ چٹھی ڈالنی اور قرعہ ڈالنا (یونانی میں مختلف الفاظ ہیں انگریزی میں ایک ہی "کاسٹ لاٹس" علیٰ ہذالقیاس یوحنا ۲۱: ۱۵-۱۷۔ محبت رکھنا اور عزیز رکھنا (انگریزی میں صرف لو کا لفظ ہے)+

(۵) انگریزی ریوائزروں کے ترجمے کو ہم نے تھوڑی ہی جگہہ چھوڑ دیا۔ اعمال ۱۷: ۶ "باغی کر دیا" بمطابقت ۲۱: ۳۸ کے (اے۔ آر۔ وی "ٹرنڈ اپ سائڈ ڈون" یعنی اُلٹ پلٹ کر دیا) اعمال ۲۰: ۵ "اُترے" (اے آر۔ وی "کیم ٹو" یعنی پہنچے) رومیوں ۳: ۹۔ امریکہ کے ریوائزروں کی تقلید کر کے "کیا ہماری حالت کچھ اچھی ہے" (اے۔ آر۔ وی "آر وی اِن ورس کیس" پہلے کیا

ہماری حالت کچھ بری ہی +

الغرض ہم نے اس بات کی کوشش کی کہ اردو بولنے والے مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے سامنے نئے عہد نامہ کا الٰہی پیغام پوری پوری صفائی کے ساتھ پیش کریں۔ چونکہ ایسے ترجمے کی ترمیم کرنی ہمارے سپرد ہوئی جس پر دیندار اور عالم شخصوں نے بہت سی محنت صرف کی تھی اس لئے ہم نے چاہا کہ بغیر معقول وجہ کے تبدیلیاں نہ کریں۔ ان معقول وجہوں کا ذکر درجۂ ضرورت کی حیثیت سے مقدم مؤخر رکھکر کرتا ہوں :-

ایک تو متن کی درستی۔

دوسرے ترجمے کی صحت یکسانی اور سریع الفہمی۔

تیسرے محاورے کی صفائی اور دل نشینی۔

چوتھے عبارت کی شستگی۔

ایسے ترجمے کا اندازہ ہم نے مدِ نظر رکھا جس میں یہہ خوبیاں پائی جائیں۔ اس اندازے تک پہنچے تو نہیں جس قدر اس کی طرف قدم بڑھانا نصیب ہوا اس کو جانچنا ناظرین کا کام ہے۔ فی الحال یہہ ترجمہ استحاناً شایع کیا جاتا ہے اور اس کی نسبت ہم ٹنڈیل صاحب کے مقولہ کا حوالہ دیتے ہیں جو انہوں نے ۱۵۲۵ء میں اپنے انگریزی ترجمے کے دیباجہ میں لکھا "اسے ایسی شے سمجھو جو ابتک اپنی پوری صورت تک نہیں پہنچی گویا آغاز ہے نہ کہ اختتام اگر خدا نے ہمیں اس بات کے لئے مقرر کیا ہو تو آیندہ اسکو پوری صورت دینگے اگر کچھ زائد بڑھایا گیا ہو تو کاٹیں گے اگر سہو سے کچھ رہگیا ہو تو بڑھائیں گے" غرض اس کام کے ہم کرنے والوں کے واسطے خدا کی مرضی جو ہو سو ہو اُسی کے جلال کے لئے کیا گیا اور ہماری دعا یہہ ہے کہ وہ ہمارے اس کام کو اپنی کلیسیا کی مضبوطی اور اپنی بادشاہت کے پھیلنے کے لئے مؤثر کرے۔ اگست ۱۹۰۰ +

ضمیمہ

نئے عہدنامے کے ترجموں کی ترقی کو روشن کرنے کے لئے ہم ان متساوی کلموں میں چار خاص ترجموں سے اِنتخاب کرکے چند آیتوں کو درج کرتے ہیں یعنی (۱) ہنری مارٹن صاحب کا (۲) بنارس کی کمیٹی کا (۳) ڈاکٹر متھر صاحب کا (۴) حال کا ◆

ہنری مارٹن صاحب کا ترجمہ

متی ۱۴: ۱۳ - ۲۱

(۱۳) جب عیسیٰ نے یہہ سُنا تو وہاں سے کشتی پر بیٹھ کے
ایک ویرانہ میں الگ گیا اور جماعتیں یہہ سنکر شہروں سے نکل
کر خشکی اُس کے پیچھے ہولیاں - (۱۴) اور عیسیٰ نے نکل کر ایک بڑی
جماعت کو دیکھ کر اُن پر رحم کیا اور اُن کے بیماروں کو چنگا کیا
(۱۵) اور جب شام ہوئی اُس کے شاگردوں نے اُس کے
سامنے آکے کہا جگہہ ویران ہے اور اب دن اخیر ہے ان
جماعتوں کو رخصت کر کہ وہ گائوں میں جا کر اپنے کھانے کے
لئے مول لیں (۱۶) پر عیسیٰ نے انہیں کہا کہ اُن کا جانا
ضرور نہیں تم انہیں کھانے کو دو (۱۷) اُنہوں نے اُس سے
کہا یہاں روٹیوں کے پانچ گردوں اور دو مچھلیوں کے
سوا کچھ نہیں (۱۸) وہ بولا کہ انہیں یہاں مجھ پاس لاؤ -
(۱۹) اور اُس نے حکم کیا کہ لوگ سبزے پر بیٹھیں اور اُن پانچ
گردوں اور دو مچھلیوں کو اُٹھایا اور آسمان کی طرف دیکھ کے
شکر کیا اور توڑ کر گردے شاگردوں کو اور شاگردوں نے اُن
کو دیئے (۲۰) اور وے سب کھا کر سیر ہوئے اور اُنہوں
نے اُن ٹکڑوں کی جو بچ رہے تھے بارہ ٹوکریاں بھریں
اُٹھائیں - (۲۱) اور وے جو کھا چکے تھے سوا رنڈیوں اور
لڑکوں کے قریب پانچ ہزار آدمیوں کے تھے +

لوقا ۲۱: ۱۰-۱۲

(۱۰) پھر اُس نے انہیں کہا اُمت پر اُمت اور مملکت پر مملکت
خروج کریگی - (۱۱) اور اکثر مقاموں میں شدت کے
زلزلے آوینگے اور وبائیں ہونگیں اور کال پڑیں گے اور
ہولناک خیال اور بڑی علامتیں آسمان سے نمود ہونگی -
(۱۲) لیکن سب واقعوں سے پیشتر وے تمہیں میرے نام
کے سبب پکڑیں گے اور دق دینگے مجمعوں اور قید خانوں
میں حوالہ کرکے بادشاہوں اور حاکموں کے حضور
لے جائیں گے +

بنارس کا ترجمہ

متی ۱۴: ۱۳-۲۱

(۱۳) جب یسوع نے سنا تو وہاں سے کشتی پر بیٹھ کے
الگ ایک ویرانہ میں گیا - لوگ یہہ سنکے شہروں سے نکلے
اور خشکی کی راہ اُس کے پیچھے ہو لئے - (۱۴) اور یسوع نے
نکل کر ایک بڑی بھیڑ دیکھی - اُن پر اُسے رحم آیا اور جو اُن
میں بیمار تھے اُنہیں چنگا کیا (۱۵) اور جب شام ہوئی اُسکے
شاگردوں نے اُس پاس آکے کہا کہ جگہہ ویرانہ ہے اور
شام ہو گئی لوگوں کو رخصت کر کہ وے بستیوں میں جاکے
اپنے واسطے کھانے کو مول لیں (۱۶) یسوع نے اُن
سے کہا اُن کا جانا کچھ ضرور نہیں تم اُنہیں کھانے کو دو
(۱۷) اُنہوں نے اُس سے کہا کہ یہاں ہمارے پاس پانچ
روٹی اور دو مچھلیوں کے سوا کچھ نہیں ہے (۱۸) وہ بولا کہ
اُنہیں یہاں میرے پاس لاؤ (۱۹) پھر اُس نے حکم کیا کہ
لوگ گھاس پر بیٹھیں تب اُن پانچ روٹی اور دو مچھلیوں
کو لیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت دی اور روٹی توڑ
کے شاگردوں کو اور شاگردوں نے لوگوں کو دیں (۲۰) اور وے سب
کھا کے آسودہ ہوئے اور اُنہوں نے ٹکڑوں کی جو بچ
رہے تھے بارہ ٹوکریاں بھری اُٹھائیں - (۲۱) اور وے
جنہوں نے کھایا تھا سوا عورت اور لڑکوں کے قریب پانچہزار کے مرد تھے +

لوقا ۲۱: ۱۰-۱۲

(۱۰) پھر اُس نے اُن سے کہا کہ قوم قوم پر اور بادشاہی
بادشاہی پر چڑھ آویگی (۱۱) اور بہت جگہوں میں بڑے بڑے
بھونچال آویں گے اور مری اور کال پڑے گا اور بھیانک
چیزیں اور بڑے بڑے نشان آسمان سے ظاہر ہوں گے
(۱۲) لیکن سب سے پہلے میرے نام کے سبب تم پر ہاتھ
ڈالیں گے اور ستاویں گے اور عبادت خانوں اور قید خانوں
میں حوالہ کرینگے اور بادشاہوں اور حاکموں کے پاس
کھینچیں گے +

مرزاپور کا ترجمہ (ڈاکٹر متھر کا)

متی ۱۴: ۱۳-۲۱

(۱۳) جب یسوع نے سنا تو وہاں سے کشتی پر بیٹھکے الگ ایک
ویرانہ میں گیا لوگ یہہ سنکے شہروں سے نکلے اور خشکی کی
راہ سے اُس کے پیچھے ہو لئے (۱۴) اور یسوع نے نکل کر
ایک بڑی بھیڑ دیکھی اُنپر اُسے رحم آیا اور جو اُن میں بیمار
تھے اُنہیں چنگا کیا۔ (۱۵) اور جب شام ہوئی اُسکے شاگردوں
نے اُس پاس آ کے کہا کہ جگہہ ویرانہ ہے اور شام ہو گئی۔
لوگوں کو رخصت کر کہ وے بستیوں میں جا کے اپنے واسطے
کھانے کو مول لیں (۱۶) یسوع نے اُن سے کہا اُن کا جانا
کچھ ضرور نہیں تم اُنہیں کھانے کو دو (۱۷) اُنہوں نے اس
سے کہا کہ یہاں ہمارے پاس پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں
کے سوا کچھ نہیں ہے (۱۸) وہ بولا کہ اُنہیں یہاں میرے پاس
لاؤ۔ (۱۹) پھر اُس نے حکم کیا کہ لوگ گھاس پر بیٹھیں تب
اُن پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کو لیا اور آسمان کی طرف
دیکھ کر برکت دی اور روٹیاں توڑ کے شاگردوں کو اور
شاگردوں نے لوگوں کو دیں (۲۰) اور وے سب کھا کے
آسودہ ہوئے اور اُنہوں نے ٹکڑوں کی جو بچ رہے تھے
بارہ ٹوکریاں بھری اُٹھائیں۔ (۲۱) اور وے جنہوں نے
کھایا تھا سوا عورتوں اور لڑکوں کے قریب پانچ ہزار کے
مرد تھے ✣

لوقا ۲۱: ۱۰-۱۲

(۱۰) پھر اُس نے اُن سے کہا کہ قوم قوم پر اور بادشاہت
بادشاہت پر چڑھ آویگی (۱۱) اور جگہہ بجگہہ بڑے بڑے
بھونچال آوینگے اور کال اور مری پڑیگی اور بھیانک چیزیں
اور بڑے بڑے نشان آسمان سے ظاہر ہونگے۔ (۱۲)
لیکن اِن سب باتوں سے پہلے وے میرے نام کے
سبب تم پر ہاتھ ڈالیں گے اور ستاویں گے اور عبادتخانو
اور قیدخانوں میں لوگوں کے حوالہ کریں گے ✣

حال کا ترجمہ

متی ۱۴: ۱۳-۲۱

(۱۳) جب یسوع نے یہہ سُنا تو وہاں سے کشتی پر کسی
الگ ویران جگہہ کو روانہ ہوا اور لوگ یہہ سنکر شہروں کو
چھوڑ چھوڑ کے پیدل اُس کے پیچھے گئے (۱۴) اُس نے نکل کر
بڑی بھیڑ دیکھی اور اُسے اُنپر ترس آیا اور اُس نے اُن کے
بیماروں کو اچھا کر دیا (۱۵) اور جب شام ہوئی تو شاگرد
اُس کے پاس آ کر بولے کہ جگہہ ویران ہے اور اب وقت
گذر گیا ہے لوگوں کو رخصت کر دے تا کہ گاؤں میں جا کر اپنے
واسطے کھانا مول لیں (۱۶) مگر یسوع نے اُن سے کہا کہ ان
کا جانا ضرور نہیں تم اُنہیں کھانے کو دو (۱۷) اُنہوں نے اُس
سے کہا کہ یہاں ہمارے پاس پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں
کے سوا اور کچھ نہیں (۱۸) اُس نے کہا اُنہیں میرے پاس
لے آؤ (۱۹) اور اُس نے لوگوں کو حکم دیا کہ گھاس پر بیٹھو اور
اُن پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کو لے کر اور آسمان کی
طرف دیکھ کر برکت چاہی اور اُنہیں توڑ کر شاگردوں کو دیا
اور شاگردوں نے لوگوں کو۔ (۲۰) اور سب کھا کر سیر ہو گئے پھر
اُنہوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں
اُٹھائیں (۲۱) اور کھانے والے سوا عورتوں اور بچوں کے
پانچ ہزار مرد کے قریب تھے ✣

لوقا ۲۱: ۱۰-۱۲

(۱۰) پھر اُس نے اُن سے کہا کہ قوم پر قوم اور بادشاہت
پر بادشاہت چڑھائی کریگی (۱۱) اور بڑے بڑے بھونچال
آئیں گے اور جا بجا کال اور مری پڑیگی اور آسمان پر بڑی
بڑی دہشتناک باتیں اور نشان ظاہر ہوں گے۔ (۱۲)
لیکن اِن سب باتوں سے پہلے وہ میرے نام کی خاطر
تمہیں پکڑیں گے اور عبادت خانوں کی عدالت کے
حوالے کرینگے اور قیدخانوں میں ڈلوائینگے ✣